نومبر 2020ء

ماہنامہ

لاہور

جہانِ رضا

بیاد

مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

مدیر اعلیٰ

محمد منیر رضا قادری

★ بارہ خلفائے اسلام

★ قرآن شریف میں کتنے انبیاء کرام کے نام کا ذکر آیا ہے

سورۂ محمد کی ایک آیت کی تفسیر

★ جلیل القدر صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

★ چند مشائخ نقشبند کا مختصر تذکرہ

★ یہ تھے ہمارے مخلص اسلاف وخطبا

★ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور فتنۂ قادیانیت

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کے افکار کا حقیقی وتحقیقی ترجمان

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

شمارہ: ۲۵۸۔ نومبر ۲۰۲۰ء۔ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ۔ جلد: ۳۰

بیاد

مجدد دین وملت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

بانی مجلس رضا: حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ماہنامہ: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ

محمد منیر رضا قادری رضوی عفی عنہ

مجلس رضا مرکزی

MARKAZI MAJLIS-E-REZA

فہرست

زرِ تعاون فی پرچہ -/30 روپے

سالانہ چندہ بذریعہ ڈاک -/500

خط وکتابت ترسیل زر اور ملنے کا پتا

مسلم کتابوی داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور

0321-4477511

042-37225605

Email:muslimkitabevi@gmail.com

بارہ خلفاء اسلام

امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

مسئلہ ۶۷ تا ۷۱: از شہر، محلہ کنبوہ، کوٹھی حامد حسین خاں صاحب رئیس، مسئولہ: شمشاد علی خان صاحب ۲۶ رجب ۱۳۳۶ھ

۱) صحیح مسلم و دیگر صحاح میں بہ الفاظ مختلفہ واتحاد مطلب یہ حدیث وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امر اسلام ہمیشہ غالب رہے گا اور اس میں بارہ خلیفہ ہوں گے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ان بارہ کے اسماء مبارک کیا ہیں؟

۲) وہ خلفائے دوازدہ گانہ کل کے کل اخیار ہوں گے یا کہ بعض اچھے اور بعض برے، اور اگر کہا جائے کہ سب ان میں اچھے نہ تھے بلکہ کچھ ایسے بھی تھے جو کہ خیر الناس نہیں کہے جاسکتے، یہ تفصیل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی ہے یا دیگرے علماء نے؟

۳) وہ بارہ (۱۲) خلفاء زیب دہ مسند خلافت ہو چکے یا یہ کہ ابھی کچھ باقی ہیں؟

۴) چونکہ احادیث متعلقہ خلفاء اثنی عشر میں یہ مسئلہ وارد ہوا ہے کہ اسلام ختم نہ ہوگا تاوقتیکہ بارہ خلفاء پورے نہ ہولیں اگر خلفاء دنیا میں رونق افزائے عالم ہوکر اپنی تعداد پوری کر چکے ہیں تو اب حسب مفاد حدیث اسلام واسلامیان دنیا میں باقی ہیں یا کیا؟

۵) شرح فقہ اکبر ملا علی قاری کے صفحہ ۸۲ یا کسی دوسرے صفحہ پر بارہ خلفاء کے جو نام ظاہر کیے گئے ہیں وہ صحیح ہیں یا غلط؟

الجواب: اصل یہ ہے کہ امورِ غیب میں اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جتنی بات بیان فرمائیں اتنی یقیناً حق ہے اور جس قدر ذکر نہ فرمائیں اس کی طرف یقین کی راہ نہیں

کہ غیب بے خدا ورسول کے بتائے معلوم نہیں ہوسکتا لہٰذا اس حدیث کے معنی میں زمانہ تابعین سے اشتباہ رہا۔ مہلب نے فرمایا: **لم الق احدا یقطع فی ھذا الحدیث بمعنی** میں نے کوئی ایسا نہ پایا کہ اس حدیث کی کوئی مراد قطعی بتاتا۔

(فتح الباری بحوالہ المھلب کتاب الاحکام تحت الحدیث ۷۲۲۲ و ۷۲۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴/ ۱۸۱)

امام قاضی عیاض مالکی نے شرح صحیح مسلم میں بہت احتمالات بتا کر فرمایا: **وقد یحتمل وجوھا اخر واللہ اعلم بمراد نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** یعنی اس کے سوا حدیث میں اور احتمال بھی نکل سکتے ہیں اور اللہ اپنے نبی کی مراد خوب جانے، جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (شرح صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹)

امام ابن جوزی کشف المشکل میں لکھتے ہیں: **قد اطلت البحث عن معنی ھذا الحدیث وطلبته فی مظانه وسألت عنه فمارأیت احدا وقع علی المقصود به** میں نے مدتوں اس حدیث کے معنی کی تفتیش کی اور جہاں جہاں گمان تھا وہ کتابیں دیکھیں اپنے زمانے کے ائمہ سے سوال کئے مگر مراد متعین نہ ہوئی۔

(کشف المشکل کتاب الاحکام باب الاستخلاف تحت الحدیث ۷۲۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۸/ ۲۹۵)

اور ہو کیونکر؟ کہ جس غیب کی اللہ ورسول تفصیل نہ فرمائیں اس کی تفصیل قطعاً کیونکر معلوم ہو؟ ہاں، لوگ لگتے لگاتے ہیں جن میں سے کسی پر یقین نہیں۔ البتہ یہ معیار صحیح ہے کہ حدیث میں جو جو نشان ان بارہ خلفاء کے ارشاد ہوئے جس معنی میں نہ پائے جائیں باطل ہیں اور جس میں پائے جائیں وہ احتمالی طور پر مسلم ہوگا نہ کہ یقینی۔

احادیثِ باب میں ان کے نشان یہ ہیں:

۱) **کلھم من قریش** سب قریشی ہوں گے رواہ الشیخان۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹)

۲) وہ سب بادشاہ و والیانِ ملک ہوں گے۔ صحیح مسلم میں ہے: **لایزال امر الناس ماضیا ما ولھم اثنا عشر رجلا کلھم من قریش** (خلافت اس وقت تک جاری

رہے گی جب تک بارہ مرد (خلفاء) حکمران رہیں گے جو سب قریش میں سے ہوں گے۔)
(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۹)
مسند احمد و بزار و صحیح مستدرک میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن ہے: انه سئل کم تملك هذه الامة من خليفة؟ فقال: سألنا عنها رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فقال: اثنا عشرة کعدة نقباء بنی اسرائیل [عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کتنے خلفاء اس امت کے حکمران بنیں گے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا وہ بنی اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد کے مطابق بارہ ہوں گے۔ (ت)]
(مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۹۸)
(مجمع الزوائد بحوالہ بزار وغیرہ باب الخلفاء الاثنا عشر دار الکتاب بیروت ۵/۱۹۰)

۳) ان کے زمانے میں اسلام قوی ہوگا۔ صحیح مسلم میں ہے: لایزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفة کلهم من قریش [بارہ خلفاء کی حکومت پوری ہونے تک اسلام غالب رہے گا، وہ سب قریشی ہوں گے۔]
(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۹)

۴) ان کا زمانہ زمانۂ صلاح ہوگا۔ بزار و طبرانی ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: لایزال امر امتی صالحا [(بارہ خلفاء کی خلافت تک) میری امت کا معاملہ درست رہے گا۔ (ت)]
(کنز العمال بزمرطب وابن عساکر عون الخ حدیث ۳۳۸۴۹ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۲/۳۲)

۵) ان پر اجتماع امت ہوگا یعنی اہل حل وعقد انہیں والیِ ملک وخلیفہ صدق مانیں گے۔ سنن ابی داؤد میں ہے: لایزال هذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفة کلهم تجتمع علیه الامة [یہ دین اس وقت تک قائم رہے گا جب تک تم پر بارہ خلفاء حاکم ہوں، جن پر تمام امت متفق ہوگی۔]
(سنن ابی داؤد، کتاب المھدی، آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۳۲)

۶ و ۷) وہ سب ہدایت و دین حق پر عمل کریں گے۔ ان میں سے دو اہل بیتِ رسالت سے ہوں گے۔ استاذ امام بخاری و مسلم مسدد کی مسند کبیر میں ابوالجلد سے ہے: انه لا تهلك هذه الامة حتى يكون منها اثنا عشر خليفة كلهم يعمل بالهدى و دين الحق، منهم رجلان من اهل بيت محمد صلى الله تعالى عليه وسلم [بے شک یہ امت اس وقت تک ہلاک نہ ہوگی جب تک ان میں بارہ خلفاء حکمران ہوں گے، وہ سب ہدایت و دین حق پر عمل کریں گے ان میں سے دو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہوں گے۔]

(فتح الباری بحوالہ مسدد فی مسندہ الکبیر تحت الحدیث ۷۲۲۲ و ۷۲۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴ / ۱۸۳)

لگتے لگانے والوں میں جس نے سب طرقِ حدیث نہ دیکھے، ایک آدھ طریق کو دیکھ کر کوئی احتمال نکال دیا، جیسے ابوالحسین بن مناوی نے یہ معنی لیے کہ ایک وقت میں بارہ خلیفہ ہوں گے یعنی اس قدر اختلاف!؟ یہ فقط اس لفظِ مجمل بخاری پر بن سکتا تھا۔ اور الفاظ دیکھئے تو کہاں اس درجہ افتراق اور کہاں اجتماع!! اور ایسی حالت میں اسلام کے قوی و غالب و قائم اور امرامت کے صالح ہونے کے کیا معنی؟ اسی قبیل سے علی قاری کا یہ زعم باتباع ابن حجر شافعی ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آخر ولاۃ بنی امیہ تک ۱۲ ہوئے اور ان میں یزید پلید۔ علیہ ما علیہ۔ کو بھی گنادیا حالانکہ اس خبیث کے زمانہ کو قوت دین و صلاح سے کیا تعلق؟ یہ احادیث دیکھ کر اس قول کی گنجائش نہ ہوتی۔ مگر صرف ۱۲ سلطنتیں نگاہ میں تھا اور حق یہ کہ اس خبیث پر اجماع اہل حل و عقد کب ہوا؟ ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے دستِ ناپاک پر بیعت نہ کرنے ہی کے باعث شہید ہوئے۔ اہل مدینہ نے اس پر خروج کیا۔ عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: والله ما خرجنا على يزيد حتى خفنا ان نرمى بالحجارة من السماء ان رجلا ينكح امهات الاولاد والبنات والاخوات ويشرب الخمر ويدع الصلوة [خدا کی قسم ہم نے یزید پر خروج نہ کیا جب تک یہ خوف نہ ہوا کہ آسمان سے پتھر آئیں، ایسا شخص کہ بہن بیٹی کی آبروریزی کرے اور شراب پیے اور تارک الصلوۃ ہو۔]

(الصواعق المحرقۃ الخاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۲۱)

غرض جمیع طرقِ حدیث سے یہ قول باطل ہے۔حدیث میں کہیں نہیں کہ وہ سب بلافصل یکے بعد دیگرے ہوں گے۔ان میں سے آٹھ گزر گئے۔صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی، علی مرتضی، حسن مجتبی، امیر معاویہ، عبداللہ بن زبیر، عمر بن عبدالعزیز۔اور ایک یقیناً آنے والے ہیں: حضرت امام مہدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) باقی تین کی تعیین اللہ و رسول کے علم میں ہے۔عجب عجب ہزار عجب کہ ان میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ صحابی ابن صحابی ہیں، امام عادل ہیں، رسول للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھتیجے ہیں، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسہ ہیں، احد العشر ۃ المبشر ہ کے صاحبزادے ہیں، شمار نہ کیے جائیں!! اور وہ خبیث ناپاک معدود ہو جسے امیر المومنین کہنے پر امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو بیس تازیانے لگائے! نسال اللہ العفو و العافیة

عبداللہ بن زبیر بھی درکنار، خود امام مجتبی کو نہ گنا کہ ان کی خلافت کا زمانہ قلیل تھا اور ولید کو گنا جس نے قرآن عظیم کو دیوار میں لٹکا کر تیروں سے چھیدا۔ایسے بے سر و پا بے معنی اقوال کی سند نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک متاخر عالم کی خطائے رائے ہے۔عصمت انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کے لیے نہیں، نسأل اللہ العفو و العافیة۔ واللہ تعالی اعلم۔ (فتاوی رضویہ جلد 29)

مسئلہ ۱۰: از محلہ بارہ ریواڑی ضلع گوڑ گانوہ ہزاری، مرسلہ: مرزا یوسف صاحب۔ ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جس کے متعلق حدیث شریف ذیل میں درج ہے: ”عن جابر بن سمرة قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یقول لایزال الاسلام عزیزا الی اثنا عشر خلیفة کلھم من قریش۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بارہ خلیفوں کے گزرنے تک اسلام غالب رہے گا اور وہ قریش سے ہوں گے۔(صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب باب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹)

وفی روایة لایزال امر الناس ماضیا ماولھم اثنا عشر رجلا کلھم من

قریش، فی روایۃ لایزال الدین قائما حتی تقوم الساعۃ اویکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش

(صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب باب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۱۱۹)

اشارۃ یہ عبارت کتاب سے نقل کر دی ہے مجھ کو عربی لکھنے پڑھنے کی مہارت نہیں ہے۔لہذا یہ کام اہل علم کا ہے کہ وہ ذرا سے اشارہ سے سمجھ لیں۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ بموجب اس حدیث شریف کے وہ کون سے بارہ خلیفہ قریش میں سے آں سرور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد جانشین یا ولی عہد یا نائب منجانب خدا اور رسول امت محمدیہ میں قابل شمار ہیں؟ چونکہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لیں تو پوری تعداد ہوگی اور اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لیں تو اصحاب ثلثہ رہ جاتے ہیں غرض کونسی وہ صورت حق ہے جو اس حدیث شریف کا مصداق ہے؟ یا یہ حدیث ہی ماننے کے قابل نہیں ہے۔اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عنایت کرے۔جواب سے ممنون فرمائیے۔

الجواب: حدیث ہے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے ہی شمار لینا لازم کہ اسی حدیث کی ایک روایت میں ہے: ''یکون بعدی اثنا عشر خلیفۃ ابوبکر الصدیق لایلبث الا قلیلہ'' میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے ابوبکر تھوڑے ہی دن رہیں گے۔(المعجم الکبیر حدیث ۱۴۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱ /۹۰)

اس سے مراد وہ خلفاء ہیں کہ والیان امت ہوں اور عدل وشریعت کے مطابق حکم کریں، ان کا متصل مسلسل ہونا ضروری نہیں۔نہ حدیث میں کوئی لفظ اس پر دال ہے، ان میں سے خلفائے اربعہ وامام حسن مجتبے وامیر معاویہ وحضرت عبداللہ بن زبیر وحضرت عمر بن عبدالعزیز معلوم ہیں اور آخر زمانہ میں حضرت سیدنا امام مہدی ہوں گے۔رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔

یہ نو ہوئے۔باقی تین کی تعیین پر کوئی یقین نہیں۔واللہ تعالی اعلم۔

(فتاوی رضویہ جلد ۲۷)

قرآن شریف میں کتنے انبیائے کرام کے نام کا ذکر آیا ہے؟
سورۂ مومن کی ایک آیت کی تفسیر

سوال: قرآن پاک میں کتنے نبیوں کا ذکر آیا ہے؟ علمائے کرام رہنمائی فرمائے۔

جواب: قرآن مجید میں جن انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر آیا ہے وہ یہ ہیں:

{وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ} (پ ۲۴، المؤمن: ۷۸)

۱- حضرت آدم علیہ السلام: {وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا} (پ۱، البقرۃ: ۳۱)

۲- حضرت نوح علیہ السلام: {اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا} (پ ۳، آل عمران: ۳۳)

۳- حضرت ادریس علیہ السلام: {وَاِدْرِيْسَ} (پ ۱۷، الانبیاء: ۸۵)

۴- حضرت ابراہیم علیہ السلام: {وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ} (پ۱، البقرۃ: ۱۲۴)

۵- حضرت اسماعیل علیہ السلام: {وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ} (پ۱، البقرۃ: ۱۲۵)

۶- حضرت اسحاق علیہ السلام: {وَاِسْحٰقَ} (پ۱، البقرۃ: ۱۳۳)

۷- حضرت یعقوب علیہ السلام: {وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ} (پ۱، البقرۃ: ۱۳۲)

۸- حضرت یُوسُف علیہ السلام: {اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ} (پ ۱۲، یوسف: ۴)

۹- حضرت لوط علیہ السلام: {وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا} (پ ۱۲، ہود: ۷۷)

۱۰- حضرت ہود علیہ السلام: {وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا} (پ۸،الاعراف:۶۵)

۱۱- حضرت صالح علیہ السلام: {وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا} (پ۸،الاعراف:۷۳)

۱۲- حضرت شعیب علیہ السلام: {وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا}
(پ۸،الاعراف:۸۵)

۱۳- حضرت موسیٰ علیہ السلام: {وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً} (پ۱،البقرۃ:۵۱)

۱۴- حضرت ہارون علیہ السلام: {وَهٰرُوْنَ} (پ۶،النساء:۱۶۳)

۱۵- حضرت داؤد علیہ السلام: {وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ} (پ۲،البقرۃ:۲۵۱)

۱۶- حضرت سلیمان علیہ السلام: {وَمَا كَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّیٰطِیْنَ كَفَرُوْا}
(پ۱،البقرۃ:۱۰۲)

۱۷- حضرت ایوب علیہ السلام: {وَ اَیُّوْبَ} (پ۶،النساء:۱۶۳)

۱۸- حضرت ذوالکفل علیہ السلام: {وَذَا الْكِفْلِ} (پ۱۷،الانبیاء:۸۵)

۱۹- حضرت یونس علیہ السلام: {وَیُوْنُسَ} (پ۶،النساء:۱۶۳)

۲۰- حضرت الیاس علیہ السلام: {وَیَحْیٰی وَعِیْسٰی وَاِلْیَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ}
(پ۷،الانعام:۸۵)

۲۱- حضرت الیسع علیہ السلام: {وَالْیَسَعَ} (پ۷،الانعام:۸۶)

۲۲- حضرت زکریا علیہ السلام: {وَ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا} (پ۳،آل عمران:۳۷)

۲۳- حضرت یحییٰ علیہ السلام: {وَ یَحْیٰی} (پ۷،الانعام:۸۵)

۲۴- حضرت عیسیٰ علیہ السلام: {وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ} (پ۱،البقرۃ:۸۷)

۲۵- حضرت عزیر علیہ السلام: {وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ}
(پ۱۰،التوبۃ:۳۰)

۲۶- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: {وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ} (پ ۴، آل عمران: ۱۴۴)

{مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ} (پ ۲۲، الاحزاب: ۴۰)

{وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ} (پ ۲۶، محمد: ۲)

{مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ} (پ ۲۶، الفتح: ۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سوال: یاایہاالذین آمنو ان تنصر اللہ ینصر کم ویثبت اقدامکم ۔ اس آیت کا معنی کیا ہے اور اس آیت سے کیا مراد ہے؟ نیز اس آیت میں کیا حکمتیں ہیں؟ جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

جواب: اٰیٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔ (سورہ محمد آیت ۷)

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں فتح وکامرانی نصیب فرمائے گا اور تمہیں میدانِ جنگ میں اور دینِ اسلام اور پُلِ صراط پر ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔

(خازن، محمد، تحت الآیۃ: ۷، ۴ / ۱۳۵، مدارک، محمد، تحت الآیۃ: ۷، ص ۱۱۳۴، ملتقطاً)

اس آیت مقدسہ میں چند باتیں قابل غور ہیں کہ مؤمن کی کامیابی اسلام کی مدد پر ہے۔ چاہے وہ مدد مالی ہو یا بدنی اللہ کی عبادت بھی دین اسلام کی مدد ہے کیونکہ عبادت سے اللہ کی ربوبیت کا اعلان اور ارکان اسلام کا ظہور ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں اللہ تعالیٰ کے دین کو غالب کرنے کیلئے دین کے دشمنوں کے ساتھ زبان، قلم اور تلوار سے جہاد کرنا۔

دین کے دلائل کو واضح کرنا، ان پر ہونے والے شبہات کو زائل کرنا، دین کے احکام ،فرائض، سُنَن، حلال اور حرام کی شرح بیان کرنا۔

نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔ دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں کوشش اور جدو جہد کرنا۔

وہ قابل اور مستند علماء جنہوں نے اپنی زندگیاں دین کی ترویج و اشاعت کے لئے وقف کی ہوئی ہیں، ان کے نیک مقاصد میں ان کا ساتھ دینا۔ نیک اور جائز کاموں میں اپنا مال حلال خرچ کرنا۔

علماء اور مبلغین کی مالی خیرخواہی کر کے انہیں دین کی خدمت کے لئے فارغ البال بنانا۔ ان صورتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے میں داخل ہیں۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے، اسے نہ بندوں کی مدد کی حاجت ہے اور نہ ہی وہ اپنے دین کی ترویج و اشاعت اور اسے غالب کرنے میں بندوں کی مدد کا محتاج ہے، یہاں جو بندوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے کا فرمایا گیا یہ دراصل ان کے اپنے ہی فائدے کے لئے ہے کہ اس صورت میں انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ثابت قدمی نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کی جائے اس میں کوئی دنیوی مقصد پیش نظر نہ ہو۔

اس آیت سے ایک عقیدے کی وضاحت بھی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی مدد لینا شرک نہیں، کیونکہ جب بندوں کی مدد سے غنی اور بے نیاز رب تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے دین کی مدد کرنے کا حکم فرمایا ہے تو عام بندے کا کسی سے مدد طلب کرنا کیوں شرک ہوگا؟

واللہ اعلم و رسولہ

جلیل القدر صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

مولانا یٰس اختر مصباحی

پیغمبرِ اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت و رفاقت کی نعمت و دولت، جن سعادت مند اور خوش نصیب اہلِ ایمان کو حاصل ہے وہ امتِ محمدیہ کے ایسے رجال وشخصیات ہیں، جن کے مقام و منزلت اور فضل وشرف تک کسی غیرِ صحابی کی رسائی ہوسکی ہے اور نہ قیامت تک کسی کی رسائی ہوسکتی ہے۔

ایسے ہی اصحابِ رسول میں ایک نمایاں نام حضرت معاویہ بن ابی سفیان ہے۔ جو قبولِ اسلام کے بعد تاریخی معرکۂ کفر و اسلام، غزوۂ حنین میں شریک ہوئے۔ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت اُم حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امیر معاویہ کی بہن تھیں۔ اس طرح آپ کو پیغمبرِ اسلام کا برادرِ نسبتی ہونے کا شرف و اعزاز بھی حاصل ہے۔

دسویں صدی ہجری کے عظیم عالم ومحدث ومفسر ومحقق ومصنف اور مجددِ اسلام حضرت علامہ جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) کی مشہور کتاب ''تاریخ الخلفاء'' اس وقت میرے پیش نظر ہے۔ جو خلفائے راشدین ودیگر خلفا کی حیات وخدمات پر مشتمل ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعارف وتذکرہ سے متعلق حصے کی ایک تلخیص نذرِ قارئین ہے، جس کے ذریعہ اسلام کے عہد اول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی کے بارے میں قارئین کی معلومات میں گرانقدر اضافہ ہوسکے گا۔

حضرت امیر معاویہ سے ایک سو تریسٹھ (۱۶۳) احادیث کریمہ مروی ہیں اور آپ کاتبین

دربارِ رسالت میں تھے۔ علم ودانائی، فہم وتدبر، ضبط وتحمل آپ کے نمایاں اوصاف ہیں۔

عبدالرحمٰن بن ابوبکر سے مروی ایک حدیث حسن، ترمذی میں اِس طرح منقول ہے:

''اے اللہ! معاویہ کو ہادی ومہدی (ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ) بنا۔''

اور مسند امام احمد میں عرباض بن ساریہ سے مروی ایک حدیثِ نبوی ہے:

''اے اللہ! معاویہ کو حساب کتاب سکھادے اور عذاب الٰہی سے اس کی حفاظت فرما۔''

مصنف ابن ابی شیبہ اور معجم کبیر، طبرانی میں عبدالملک بن عمیر سے ایک روایت منقول ہے کہ خود حضرت معاویہ نے کہا کہ خلافت ملنے کی امید، مجھے اسی روز سے ہوگئی تھی جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

''معاویہ! تم جب بادشاہ ہوجاؤ تو خلقِ خدا سے اچھی طرح پیش آنا۔''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے خوبرو، دراز قامت اور وجیہ شخص تھے۔

آپ کو دیکھ کر حضرت عمر فاروق فرمایا کرتے تھے کہ ''یہ عرب کے کسریٰ ہیں۔''

حضرت علی مرتضیٰ نے ایک بار فرمایا کہ:

''معاویہ کو بُرا نہ کہو۔ جب یہ تمہارے درمیان سے اُٹھ جائیں گے تو دیکھو گے کہ بہت سے سرتن سے جدا کردیے جائیں گے اور جدال وقتال ہونے لگیں گے۔''

حضرت امیر معاویہ کا تحمل ضرب المثل تھا۔ ابن ابی الدنیا اور ابوبکر بن عاصم نے آپ کے ضبط وتحمل پر ایک کتاب لکھی ہے۔

قبیصہ بن جابر بیان کرتے ہیں کہ معاویہ کی صحبت میں بہت دنوں رہا ہوں۔ آپ سے زیادہ حلیم الطبع، دانا وبینا کسی اور کو نہیں پایا۔ آپ بڑے باتدبیر تھے۔ جاہلوں سے بہت متانت وتحمل کے ساتھ پیش آتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق نے جب ملک شام کی طرف اپنا لشکر روانہ فرمایا تو، اُس کے ہمراہ حضرت امیر معاویہ بھی گئے اور وہیں اقامت پذیر ہوگئے۔

ایک وقت ایسا آیا کہ حضرت ابوبکر صدیق نے امیر معاویہ کو دمشق کا حاکم بنا دیا۔
حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت امیر معاویہ کو اپنے اپنے دورِ خلافت میں حاکم دمشق کے منصب پر باقی و برقرار رکھا۔
حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو سارے ملک شام کا امیر بنا دیا۔ جہاں آپ بیس (۲۰) سال تک بحیثیت گورنر حاکم اور پھر بیس (۲۰) سال تک بحیثیت خلیفہ حکمراں رہے۔ امام ذہبی کہتے ہیں کہ کعب اَحبار کا یہ بیان بالکل صحیح اور درست ہے کہ امیر معاویہ کی زندگی کے آخری بیس سالہ دورِ خلافت میں ملکِ شام کے اندر کسی گورنر یا حاکم نے سر نہیں اٹھایا۔ اس کے برعکس آپ کے بعد بہت سی مخالفتیں اور بغاوتیں ہوئیں۔
حضرت علی مرتضیٰ کے عہدِ خلافت میں حضرت امیر معاویہ نے اپنی خلافت کا اعلان کیا۔
اسی طرح حضرت حسن بن علی مرتضیٰ کے عہدِ خلافت میں بھی آپ نے اپنی خلافت کا اعلان کیا۔
حضرت حسن بن علی مرتضیٰ سے ملاقات و گفتگو اور ایک معاہدہ کے تحت حضرت حسن نے حضرت امیر معاویہ کے حق میں اپنی خلافت سے دست برداری فرمائی اور ماہِ ربیع الاول ۴۰ھ یا ماہِ جمادی الاولی ۴۰ میں حضرت امیر معاویہ تختِ خلافت پر متمکن ہوئے۔
خلافت کا کوئی دوسرا دعویدار نہیں تھا اور آپ کی خلافت پر سارے مسلمان متفق ہو گئے اس لیے اس سال (۴۰ھ) کو سالِ جماعت کا نام دیا گیا۔
امیر معاویہ نے ۴۱ھ میں مروان بن حکم کو گورنر مقرر کیا۔
۴۳ھ میں سجستان کا علاقہ رخج، صوبہ برقہ کا شہر ودان اور ملک سوڈان کا شہر کوری فتح ہوا۔
۴۵ھ میں علاقۂ قیقان اور ۵۰ھ میں قہستان فتح ہوا۔
۵۰ھ میں آپ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد نامزد کیا اور اس کے لیے اہلِ شام سے بیعت لی۔ یہ واقعہ تاریخ اسلام میں اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے۔
حضرت امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کی بیعت کے لیے حاکمِ مدینہ مروان بن حکم کو

حکم دیا۔ چنانچہ مروان نے اپنے ایک خطبہ میں اہل مدینہ سے کہا کہ خلیفہ کی طرف سے مجھے حکم ہوا ہے کہ میں حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق کی سنت پر یزید کے لیے آپ حضرات سے بیعت لوں۔

یہ سن کر حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق نے فوراً کہا: نہیں نہیں، یہ سنتِ ابوبکر صدیق و عمر فاروق نہیں ہے۔ اس لیے یہ کہو کہ سنتِ قیصر و کسریٰ پر بیعت لوں گا۔ کیوں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق نے اپنی اولاد یا اہلِ خانہ کے لیے بیعت نہیں لی ہے۔

۵۱ھ میں حضرت امیر معاویہ نے حج کیا اور اسی سفر میں یزید کے لیے تمام لوگوں سے بیعت لی۔ حضرت امیر معاویہ کی خواہش و کوشش کے باوجود ابنِ ابوبکر صدیق و ابنِ عمر فاروق اور ابنِ زبیر نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا۔ حج سے فراغت کے بعد امیر معاویہ ملکِ شام چلے گئے۔

تاریخِ اسلام میں امیر معاویہ وہ پہلے حکمراں ہیں، جنہوں نے قاصد مقرر کیے اور دفتری اُمور کی انجام دہی کے لیے آپ ہی نے مہر ایجاد کی اور اس مہر کی ذمہ داری پر عبداللہ بن اوس غسانی کو مامور کیا۔ اس مہر پر کندہ تھا: لِكُلِّ عَمَلٍ ثَوَاب (ہر عمل کا ثواب ہے) مہر کا طریقہ خلفائے بنی عباس کے آخر دَور تک رائج رہا۔

اس مہر کے رائج کرنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے کسی شخص کو ایک لاکھ دینے کے لیے حکم لکھا۔ مگر اس شخص نے حکم نامہ کو راستے میں کھول کر ایک لاکھ کو دو لاکھ بنا لیا۔ جب امیر معاویہ کے سامنے حساب کتاب پیش ہوا تو آپ نے دو لاکھ درہم تحریر کرنے اور اسے ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد ہی آپ نے مہر لگانے کا طریقہ رائج کر دیا۔

آپ ہی نے جامع مسجد میں سب سے پہلے مقصورہ (چھوٹا حجرہ) تعمیر کرایا اور آپ ہی نے سب سے پہلے غلافِ کعبہ اُتار کر دوسرا غلاف چڑھانے کا حکم دیا۔

زبیر بن بکار نے الموفقیات میں امام زہری کے برادر زادہ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے

زہری سے دریافت کیا کہ بیعت لیتے وقت قسم لینے کا طریقہ کس نے جاری کیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ امیر معاویہ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیعت لیتے وقت قسم کا طریقہ جاری کیا۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں امام شعبی کا ایک بیان ہے کہ امیر معاویہ کے پاس ایک قریشی نوجوان آیا اور وہ آپ کو برا بھلا کہنے لگا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ اے بھتیجے! ایسی باتیں نہ کرو۔ بادشاہ کا حصہ بچوں کی طرح ہوتا ہے (جو کچھ دیر میں ٹھنڈا ہو جاتا ہے) اور اس کی پکڑ شیر کی طرح ہوتی ہے (جو پکڑ کر ہلاک کر دیتا ہے)۔

امام شعبی کہتے ہیں کہ مجھ سے زیاد نے بیان کیا کہ ایک شخص کو میں نے خراج کی وصولی کے لیے مقرر کیا اور جب اس سے حساب لیا گیا تو اس کا غبن ثابت ہوا۔ وہ خوف کے مارے امیر معاویہ کے پاس بھاگ گیا۔ میں نے امیر معاویہ کو لکھا کہ اس شخص کا فرار ہو جانا میرے لیے باعثِ رسوائی ہے اور اس شخص نے میرے ساتھ گستاخی کی ہے۔ اس پر امیر معاویہ نے لکھا کہ ہم دونوں کے لیے مناسب نہیں کہ ایک ہی شخص پر شدت کریں اور نہ یہ مناسب ہوگا کہ دونوں اس کے ساتھ نرمی سے کام لیں۔ کیوں کہ اس طرح لوگ بے خوف ہو جائیں گے اور گناہوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اگر دونوں ہی سختی سے کام لیں گے تو لوگ مہلکات میں پڑ جائیں گے۔ اب اس صورت میں مناسب ہے کہ تم کسی کے ساتھ سختی سے پیش آؤ تو میرے لیے مناسب ہے کہ اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کر دوں۔

امام شعبی کا یہ بیان بھی ہے کہ میں نے امیر معاویہ سے سنا کہ جس قوم میں جھوٹ اور تفرقہ پڑ گیا اس کے باطل پرست اہل حق پر غالب آ گئے۔ مگر ہماری ملت کا یہ حال نہیں ہے۔

امام شعبی سے ابن عسا کر نے یہ روایت کی ہے کہ اہل عرب میں یہ چار شخص ہوشیار اور تجربہ کار پیدا ہوئے ہیں: معاویہ، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ اور زیاد۔

امیر معاویہ حلم و بردباری اور فکر و دانش میں عمرو بن العاص مشکلات کے حل کرنے میں مغیرہ بن شعبہ، کسی بحران میں اوسان بجا رکھنے میں اور زیاد ہر چھوٹی بڑی بات میں۔

یہ روایت بھی ہے کہ قاضی چار ہی گزرے ہیں: عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت ۔رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔

قبیصہ بن جابر کا بیان ہے کہ میں عمر بن خطاب کی صحبت میں رہا ہوں ۔ میں نے قرآن حکیم اور فقہِ اسلامی کا آپ سے زیادہ اور آپ سے بڑا کوئی عالم نہیں پایا۔ میں طلحہ بن عبید اللہ کی محفلوں میں بھی اٹھتا بیٹھتا رہا ہوں ۔ سوال کیے بغیر خاموش رہنے والا کوئی شخص آپ سے زیادہ کسی کو نہیں پایا۔ میں امیر معاویہ کی صحبت میں بھی رہا ہوں ۔ ان سے زیادہ کسی کو حلیم و بردبار نہیں پایا۔ عمرو بن العاص کی ہم نشینی بھی مجھے حاصل رہی ہے ۔ ان سے زیادہ مخلص دوست اور اچھا ہم نشین کسی کو نہیں پایا۔ میں مغیرہ بن شعبہ کی مجالس میں بھی اٹھتا بیٹھتا رہا ہوں ، ان کی زیرکی و دانائی کا حال یہ ہے کہ اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور بغیر حیلہ و تدبیر کے کسی دروازے سے نکلنا مشکل اور دشوار ہو تو وہ ہر دروازہ سے بآسانی نکل سکتے ہیں ۔

عطیہ بن قیس کا بیان ہے کہ امیر معاویہ نے لوگوں کے سامنے اپنے ایک خطبہ میں دعا مانگی کہ یا اللہ ! میں اگر یزید کو اس کی صلاحیت اور ہوش مندی کی وجہ سے اپنا ولی عہد بنا رہا ہوں تو اس کام میں میری نصرت و اعانت فرما اور میں اگر محض شفقتِ پدری میں ایسا کر رہا ہوں اور یہ خلافت کے لائق نہیں ہے تو اس کی تخت نشینی سے پہلے اسے موت دے دے ۔''

حضرت امیر معاویہ کا انتقال ستر (۷۰) سال کی عمر میں ماہِ رجب ۶۰ھ دمشق (ملکِ شام) میں ہوا اور دمشق ہی میں آپ کی تدفین ہوئی ۔

حضرت امیر معاویہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک اور ناخنِ مبارک بطورِ تبرک محفوظ تھے، جن کے بارے میں آپ نے وصیت فرمائی کہ میری موت کے بعد انہیں میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیا جائے ۔ اس کے بعد مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دیا جائے ۔

چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق عمل کیا گیا۔ رضی اللہ عنہ و ارضاہ عنا ۔

(علامہ جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) کی معروف کتاب ''تاریخ الخلفاء'' میں حضرت امیر معاویہ سے متعلق تعارف و تذکرہ پر مشتمل تحریر کا خلاصہ)

چند مشائخ نقشبندیہ کا مختصر تذکرہ

(مالیگاؤں انڈیا کے بزرگ مولانا محمد اسحاق نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ کے مرشدانِ کرام کا ذکرِ جمیل)

مولانا غلام مصطفیٰ رضوی

سلاسل طریقت کے مشائخ کرام نے روحانی وظاہری اصلاح کے ذریعے انقلاب برپا کیا۔ فکروں کو چمکایا۔ دلوں کو مہکایا۔ ایمان وایقان کے اجالے پھیلائے اور دین کی نشر واشاعت کی۔ ان میں مشائخ نقشبندیہ کے چند آفتاب و ماہ تاب کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔ جن کی خدمات سے صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ عرب وعجم فیض یاب ہیں۔ ان میں اصحاب طریقت، اربابِ تحقیق، صاحبانِ تصنیف، مسند نشینانِ دارالافتاء، مصلحین گزرے ہیں جن کی خدمات کا شہرہ سمتوں میں ہوا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی اسلاف کے تذکار کی افادیت پر لکھتے ہیں:

''علما وصلحا، ملت کی آن اور مذہب کی آبرو ہیں، ان کے دَم سے دین ودُنیا کی رونق ہے......وہ رونق جو فریبِ نظر نہیں بلکہ حیاتِ قلب وجگر ہے، جو انسانیت کی بہار ہے اور حیوانیت سے کوسوں دور...... ہاں وہ مبارک ہستیاں جنھوں نے قلب ونظر کی پرورش کی ہو، جنھوں نے رفعتِ شانِ مصطفیٰ [علیٰ صاحبہ السلام] میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا ہو، آنکھوں پہ بٹھانے اور دل سے لگانے کے قابل ہیں، بے شک ان کی مبارک سیرتوں کو اُجاگر کیا جائے۔

[تقدیم؛ تذکرہ اکابر اہلِ سنّت، طبع لاہور ۲۰۰۵ء، ص۲۶]

[۱] حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں علیہ الرحمہ: آپ علوی سادات ہیں۔ سلسلۂ نسب ۲۸ رواسطوں سے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔ مروت، عدالت، شجاعت،

سخاوت اور کمالِ دین داری کی وجہ سے آپ معروف تھے۔ آپ کے اجداد میں امیر عبدالسبحان دو واسطوں سے اکبر بادشاہ کے نواسے تھے، والد مرزا جان نے جاہ، دولت اور شاہی منصب ترک کر کے فقر وقناعت کی سلطنت اختیار کر لی تھی۔

وہ زمانہ بڑا پُرفتن تھا۔ مغلوں کے آخری سلاطین کی دین سے دوری، عیاشی اور آرام طلبی، مشرکین کی ریشہ دوانیاں، سازشوں نے ملت کو زوال سے دوچار کیا۔ ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ کے حملے تک ملک عجیب صورتِ حال سے دوچار رہا، زوال پذیر ماحول میں مرزا مظہر جان جاناں وشاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے مسلم سلطنت کو بچانے کے لیے احمد شاہ درانی و روہیلوں کو ترغیب دی۔ جس کا اندازا حضرت مظہر کے خطوط سے ہوتا۔ ان کی اشاعت حضرت شاہ فضل رحمان گنج مرادآبادی نقشبندی علیہ الرحمہ نے کروائی۔ حضرت مظہر نے اورنگ زیب عالم گیر [م ۱۷۰۷ء] سے لے کر شاہ عالم ثانی تک ۱۱/ بادشاہوں کا زمانہ پایا۔ حضرت مظہر ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۰ء میں دشمنانِ صحابہ کے ہاتھوں شہید کر دیے گئے۔ دہلی میں دفن ہوئے۔ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی نے ۱۹۸۰ء میں شان دار گنبد تعمیر کروایا۔

سلسلۂ مجددیہ کے شیخ حضرت شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمہ؛ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کی خانقاہ کے عملی وروحانی جانشین ہوئے۔ آپ کے ملفوظات، مکتوبات واحوال میں اصلاح و فلاح وتزکیہ کا جہان آباد ہے۔

[۲] حضرت شاہ غلام علی دہلوی؛ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ [م ۲۸ رصفر ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء] تک اپنے مرشد کی نسبت کا ذکر کرتے ہوئے خود لکھتے ہیں:

''حضرت [مظہر جانِ جاناں] نے طریقۂ نقشبندیہ [کا فیض] حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ انھوں نے حضرت شیخ سیف الدین سے نیز حضرت مظہر نے حضرت حافظ محمد محسن سے بھی استفادہ کیا تھا اور انھوں نے عروۃ الوثقیٰ حضرت محمد معصوم سے

اور انھوں نے اس طریقہ کے امام مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی سے۔'' حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی کئی کتابیں اور ملفوظات عالیہ یادگار ہیں۔

[۳] محمد اقبال مجددی رقم طراز ہیں: حضرت شاہ غلام علی کے جانشین اول [حضرت شاہ ابوسعید مجددی]، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نبیرہ اور اجل عالم تھے۔ نام 'ذکی القدر' اور کنیت 'ابوسعید' تھی۔ ولادت ۲/ ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ کو رام پور میں ہوئی۔ اور وفات شنبہ یکم شوال ۱۲۵۰ھ/ ۳۱/ جنوری ۱۸۳۵ء کو ریاست ٹونک میں ہوئی۔ جسد مبارک دہلی لاکر حضرت مظہر و حضرت شاہ غلام علی کے چبوترے پر دفن کیا گیا۔ جید علما سے تحصیلِ علم کے بعد حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور حضرت شاہ غلام علی سے لی۔ ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء میں حضرت شاہ غلام علی سے بیعت ہوئے۔ بہت جلد منازلِ سلوک طے کیں یہاں تک کہ ۱۲۳۰ھ/ ۱۸۱۵ء میں حضرت شاہ غلام علی نے اپنی ضمنیت کا شرف بخشا۔ حضرت شاہ ابوسعید کے بہت سے خلفا تھے ان کا فیض ہند سے ترکستان تک پھیلا ہوا تھا۔ فرزند گرامی حضرت مولانا شاہ احمد سعید مجددی دہلوی جانشین ہوئے۔ جب کہ چھوٹے فرزند حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی نے درس وتدریس میں شہرت پائی۔

[۴] مولانا شاہ عبدالغنی مجددی کی ولادت ۱۲۳۵ھ میں دہلی میں ہوئی۔ حفظ قرآن والد ماجد حضرت شاہ ابوسعید اور برادر بزرگ سے فرمایا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث [دہلوی] و شیخ محمد عابد سندھی مدنی سے تکمیل علوم کی، والد ماجد کے مرید اور خلیفہ تھے۔ رشد وہدایت کے ساتھ درس حدیث بھی خوب دیتے تھے۔ محرم ۱۲۹۶ھ میں مدینہ منورہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ مولانا شاہ عبدالغنی مجددی کے تلامذہ میں شیخ عثمان بن عبدالسلام داغستانی [م ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء مدینہ منورہ]، شیخ محمد بن مصطفیٰ الیاس [وصال قبل از ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء مکہ مکرمہ]، مولانا محمود بن صبغۃ اللہ مدراسی نے امام احمد رضا قادری محدث بریلوی کی کئی کتب پر تقاریظ

لکھیں۔اورعقائدِ اہلسنت کی تائید وحمایت میں خدمات پیش کیں۔

[۵] حضرت مولانا شاہ احمد سعید مجددی؛حضرت شاہ ابوسعید مجددی کے فرزند اکبر تھے۔یکم ربیع الاول ۱۲۱۷ھ/ ۳۱/جولائی ۱۸۰۲ء کو رام پور[مصطفیٰ آباد] میں پیدا ہوئے اور ۲/ربیع الاول ۱۲۷۷ھ/ ۱۸/ستمبر ۱۸۶۰ءکو[بہ عمر ۵۹ برس] مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ جوارِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں دفن ہوئے۔اپنے والد اور حضرت شاہ غلام علی سے کسبِ فیض کیا۔جید علما سے مروجہ علوم کی تحصیل کی۔۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۴ء میں ہی آپ کے والد ماجد نے حج کے لیے روانہ ہوتے ہوئے خانقاہ مظہری کی تولیت آپ کے سپرد کردی تھی۔نسب ۶/واسطوں سے مجدد الف ثانی سے جا ملتا ہے۔۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جن علما نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا ان میں اس فتویٰ کے محرک آپ ہی تھے۔اس تحریک کے باعث بہت سے علما کو بلادِ اسلامیہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی،ان میں حضرت شاہ احمد سعید بھی شامل ہیں۔اساتذہ میں شاہ غلام علی،علامہ فضل امام خیرآبادی، مولوی رشید الدین خاں،شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی،علامہ شاہ فضل رسول بدایونی،شاہ رفیع الدین،شاہ عبدالقادر شامل ہیں۔

بوقت ہجرت آپ نے خانقاہ موسیٰ زئی ڈیرہ اسماعیل خان سرحد میں اپنے خلیفہ و جانشین حضرت مولانا دوست محمد قندھاری کو خانقاہِ دہلی کی تولیت سونپی۔آپ کی تصانیف درجنوں میں ہیں،چند کے اسما اس طرح ہیں:

☆ سعید البیان فی مولد سید الانس والجان[اردو مطبوعہ]

☆ الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف[فارسی]

☆ اثبات المولد والقیام[عربی مطبوعہ]

☆ الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ[فارسی]

☆ انہارالاربعہ [فارسی مطبوعہ]

☆ تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ المسائل الاربعین [فارسی مطبوعہ]

☆ مکتوبات تصانیف میں علم وحکمت ومعرفت وشریعت کے گل ولالہ موجود ہیں۔آپ نے مشاہیر کی تصانیف مثلاً المعتقد المنتقد المستند المعتمد ،فصل الخطاب، تحقیق الفتوی، تاریخی فتویٰ [از علامہ فضل رسول بدایونی]، ''غایۃ المرام'' پر تصدیقات ثبت کیں۔

[۶] شاہ ابوالخیر مجددی؛ حضرت شاہ احمد سعید دہلوی کے پوتے اور شاہ محمد عمر کے فرزند تھے۔ نام ''محی الدین'' تجویز کیا گیا۔ ۴؍برس کی عمر میں حرم نبوی میں دادا محترم سے بیعت کی۔ ۷؍سال کی عمر میں حافظ ہوئے۔علوم کی تکمیل شیخ الاسلام سید احمد زینی دحلان مکی شافعی سے کی۔۱۲۹۷ھ میں رام پور آئے۔ پھر دہلی میں خانقاہ کو زینت بخشی۔جمادی الآخر کی ۲۹؍ویں تاریخ ۱۳۴۱ھ میں بعمر ۶۱؍سال شبِ جمعہ وصال ہوا۔مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی سے میرٹھ میں مباحثہ ہوا جس میں تھانوی صاحب لا جواب رہے اور بعد کو ایک کتاب'' بزم جمشید''لکھوا کر غبار دل نکالا جس کے جواب میں شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی نے'' بزم خیر''لکھ کر دیوبندی مسلک کی قلعی کھول دی- اس کتاب سے''حسام الحرمین''کی تائید ہوتی ہے۔

[۷] مولانا ارشاد حسین فاروقی مجددی رام پور کے بزرگ ترین عالم، شیخ اور مصلح تھے، حضرت خواجہ محمد یحییٰ خلف اصغر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سے نسبی علاقہ تھا۔ ۱۴؍صفر ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔علماے رام پور ولکھنؤ سے پڑھ کر مولانا محمد نواب خان مجددی سے تکمیل کی۔دہلی جا کر حضرت مولانا شاہ احمد سعید مجددی سے مرید ہوئے، اجازت وخلافت سے سرفراز کیے گئے۔حالات کی ابتری اور ملک پر انگریزی اقتدار وغلبہ کی وجہ سے حضرت شاہ احمد سعید نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو آپ کو رام پور جانے کا حکم دیا۔دوشنبہ ۱۵؍جمادی

الاخریٰ ۱۳۱۱ھ میں وصال ہوا۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی کئی کتب وفتاویٰ پر تصدیقات لکھیں۔

[۸] مولانا شاہ محمد معصوم مجددی بن شاہ عبدالرشید بن شاہ احمد سعید کی ولادت ۱۰رشعبان ۱۲۶۳ھ خانقاہ شاہ غلام علی دہلی میں ہوئی۔ حضرت شاہ احمد سعید نے تربیت کی۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، تصوف، معقول و دوسرے علوم عم مکرم شاہ محمد مظہر مجددی سے حاصل کیے۔ کتب حدیث شاہ عبدالغنی سے پڑھیں، اجازت حدیث علامہ شیخ صدیق کمال مکی سے لی۔ جد امجد کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کی، جہاں ۲۰ربرس مقیم رہے، دس حج کیے۔ ۱۳۳۸ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور ۱۰رشعبان ۱۳۴۱ھ میں وصال فرمایا۔ جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ میلاد و قیام کے ثبوت میں ایک کتاب بھی لکھی اور اپنے اشعار کے ذریعے عقائد اہلسنت کی بھرپور تائید کی۔

[۹] حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ [ولادت ۱۲۱۶ھ/ ۱۸۰۱ء- وصال ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۸ء] آپ نے ۱۲۶۶ھ/ ۱۸۵۰ء میں حضرت شاہ احمد سعید مجددی کے حکم پر خانقاہِ سعیدیہ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد کا زمانہ مسلمانانِ ہندوستان کے لیے بہت تکلیف دہ دور تھا۔ ان مشکل حالات میں حضرت شاہ صاحب نے بہ مشیت ایزدی ہندوستان سے حرمین شریفین کی طرف ہجرت فرمائی۔ دورانِ ہجرت حاجی دوست محمد قندھاری کے یہاں موسیٰ زئی ڈیرہ اسماعیل خان [سرحد پاکستان] میں قیام فرمایا۔ آپ کے جانشین وسجادہ حضرت خواجہ عثمانی دامانی تھے۔ آپ نے سلسلہ کی اشاعت وسیع حلقے میں کی۔ اپنے مکتوبات، ملفوظات ونصائح میں وھابیت سے بچنے کی تلقین کی اور اھلسنت پر استقامت کا درس دیا۔

[۱۰] حضرت مولانا خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہ کی ولادت ۱۲۴۴ھ قصبہ لونی تحصیل

کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان سرحد میں ہوئی جو کوہِ سلیمان کے دامن میں واقع ہے۔ والد ماجد مولانا موسیٰ جان تھے۔ آپ کا نسب ۴؍واسطوں سے قندھار ومضافات کے قاضی القضاۃ قاضی شمس الدین سے ملتا ہے۔ جو احمد شاہ ابدالی کے دور میں اس منصب پر فائز تھے۔ آپ درّانی افغان تھے اور اس کی ذیلی شاخ حمید زئی، ابراہیم زئی سے تعلق رکھتے تھے۔ ۲۲؍شعبان ۱۳۱۴ھ بروز منگل وصال فرمایا۔ نمازِ جنازہ فرزند و جانشین حضرت خواجہ سراج الدین نے پڑھائی۔ حضرت دوست محمد قندھاری کے قرب میں تدفین عمل میں آئی۔

[۱۱] حضرت خواجہ محمد سراج الدین نقشبندی دامانی [ولادت ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۹ء- وصال ۱۳۳۳ھ/ 1915ء] حضرت خواجہ عثمان دامانی نقشبندی کے خلف و جانشین تھے۔ ولادت موسیٰ زئی میں ہوئی۔ سلسلۂ نقشبندیہ کی اشاعت کی۔ اصلاحی خدمات انجام دیں جن پر ملفوظات، مکتوبات شاہد ہیں۔ آپ کے تلامذہ وخلفا میں بڑے بڑے علما ومشاہیر شامل ہیں۔ انھیں کے خلیفہ تھے مولانا سید محمد برکت علی شاہ بانی خانقاہِ برکتیہ مالیگاؤں۔

[۱۲] مولانا سید محمد برکت علی شاہ نقشبندی کلکتوی نے پنجاب، بنگال، مہاراشٹر میں سلسلے کی اشاعت کی۔ اسلاف کے افکار کی نمائندگی کی۔ مولانا کرم الدین دبیر جہلم کے دست راست رہے۔ آپ نے حافظ محمد اسماعیل نابینا سٹانہ اور مولانا محمد اسحٰق نقشبندی مالیگاؤں کو خلافت دی۔ اول الذکر دارالعلوم حنفیہ سنیہ مالیگاؤں واکابر سے منسلک رہے جن پر الفقیہ امرتسر کی فائلیں دال ہیں، آخر الذکر کا روحانی فیض مالیگاؤں وقرب میں جاری و ساری ہے۔

☆☆☆☆☆

یہ تھے ہمارے مخلص اسلاف و خطبا

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
مرتب: ابوالحسن خضر حیات قادری مدنی

آج کل سوشل میڈیا پر پیشہ وارانہ نعت خوانوں اور خطیبوں کے خلاف مختلف لوگ اظہارِ خیال کر رہے ہیں۔

سوچا بجائے اس کے کہ پیشہ ور لوگوں کی بات کی جائے کیوں نہ مخلصین کا تذکرہ کیا جائے کہ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمہ کی بشارت بھی حاصل ہو اور الاشیاء تعرف باضدادھا سے پیشہ ور افراد کی بھی نشاندھی ہو جائے اور اسلاف کی سیرت پڑھ کر اخلاص کا جذبہ بھی اے کاش ہم سب کو نصیب ہو جائے۔

اس سلسلہ کہ پہلی کڑی ملاحظہ ہو مولانا غلام محمد ترنم بڑے ہی قادر الکلام مقرر تھے۔ جب تقریر کرتے مجمع پر چھا جاتے۔ لوگوں کو مخاطب کرتے تو کسی کو ہلنے نہ دیتے۔ تقریر کیا ہوتی ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا امنڈتا سنائی دیتا۔ شاہدرہ ٹاؤن (لاہور) والوں نے ایک رات جلا پر بلایا تو رات ایک بجے رخصت کیا۔ ہر ایک میزبان اس غلط فہمی سے ہاتھ چوم چوم کر الوداع کہتا جاتا کہ شاید دوسرے نے خدمت کر دی ہو گی۔ مولانا ترنم کے پاس واپسی کے لیے تانگے کا کرایا بھی نہ تھا۔ ان دنوں رات کو شاہدرہ سے تانگے لاہور آنا گوارہ بھی نہ کرتے تھے۔ مولانا تن تنہا پیدل روانہ ہوئے۔ دریائے راوی کے پل پر کسی واقف کار نے دیکھا کہ ترنم صاحب اپنا ایک چپل ہاتھ میں اٹھائے جس کا تسمہ ٹوٹ گیا تھا پیدل چلے آ رہے ہیں۔ اس واقف کار نے کہا حضرت یہ کیا؟ فرمایا چپ رہو! مسلمانوں کا پادری ''مولوی'' ہوں۔ اگر عیسائیوں کو پتہ چل گیا کہ جن مسلمانوں کا پادری یوں گھر آتا ہے تو آئندہ کوئی میری تقریر نہ

سنے گا۔آج ہی میری تقریر سن کر 15 عیسائی میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں۔مجالس علماء صفحہ 183 اللہ اکبر اتنی بڑی شان وفن خطابت کے مالک اور پیدل چلتے جوتا بھی ٹوٹ گیا اور زبان میں تاثیر ایسی کہ ایک ہی دن میں تقریر سن کر 15 عیسائی مسلمان ہو گئے۔

کیا آج ہماری تقریر سے کسی بے نمازی کو نمازی بننے کی توفیق مل پاتی ہے؟ لیکن ہمیں اس کی فکر نہیں کیونکہ الامور بمقاصدھا ان کی تقاریر للہ فی اللہ تھیں اور ہماری تقاریر

ہاں ہم متفکر تب ہوتے ہیں جب محفل کرانے والا غریب ہو محفل میں افراد کم ہوں ساؤنڈ اچھی کوالٹی کا نہ ہو وقت تھوڑا ملے مال کم لوٹا یا جائے اور آخر میں لفافہ بھی ہلکا سا تھما دیا جائے۔آہ صد آہ

آج کسی خطیب کی چار شہروں میں شہرت کیا ہو جائے اس کے قدم زمین پر نہیں پڑتے اور ناز ایسے کہ سنبھالیں نہ جائیں لیکن ایک وہ بھی تھے جو عالمی مبلغ تھے جن کی ایک جھلک دیکھنے کو دنیا ترستی تھی ان کے ساتھ جب گھر بلا کر بے اعتنائی برتی گئی تو انہوں نے اپنے میز بانوں کی اس روش کا کیا جواب دیا آیئے آل صدیق اکبر کے ایک چشم و چراغ اور ان کے رفیق کی داستان سنیے

مجھے (راوی) موچی دروازہ کا وہ جلسہ تو اب تک یاد ہے جس میں آج سے (بوقت تحریر) پچیس سال قبل حضرت مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی اور حضرت علامہ ازہری کو خصوصی طور پر کراچی سے تقریر کرنے کے لیے بلایا گیا تھا۔جلسہ بڑا کامیاب رہا موچی دروازے کا باغ بے پناہ مجمع اور شعلہ بار تقریریں جلسہ ختم ہوا تو کراچی کے یہ دونوں ''مہمانان گرامی'' غالباً اندھیرے میں کھو گئے اور ''میز بانان مقامی'' اس غلط فہمی سے اپنے مہمانوں کو فراموش کر گئے کہ شاید فلاں میز بان اپنی کار پر بٹھا کر گھر لے گیا ہوگا۔سارا مجمع بکھر گیا ہر شخص تقریروں کے نشے میں سرشار اپنے اپنے گھر روانہ ہوا بعض سامعین کاروں پر سوار رواں دواں حتی کہ پولیس والے بھی تھکے ماندے اپنے اپنے تھانوں کی طرف جانے

لگے۔فیصل آباد (ان دنوں لائل پور) سے ایک عقیدت کا مارا مولوی رشید احمد نوری ان دو شعلہ بار مقررین کے ساتھ ''برکت علی محمدن ہال'' کے فٹ پاتھ پر کھڑا ہر تانگے والے کو روکتا مگر اس اندھیری رات کے پچھلے پہر کوئی نہ رکتا اب ''تینوں درویش'' پیدل موچی دروازے سے چلتے چلتے ریلوے اسٹیشن پہنچے نماز فجر ایک پھٹے پر ادا کی اور کراچی جانے والی پہلی گاڑی پر الوداع کہتے ہوئے روانہ ہوئے تاکہ کوئی ''لاہوری میزبان'' دیکھ نہ لے مجھے کئی سال علامہ ازہری مرحوم سے ملاقات رہی عرصہ تک الشاہ احمد نورانی صدیقی صدر جمعیۃ علمائے پاکستان سے نیاز مندی رہی مجال ہے ان بزرگوں نے لاہور کے میزبانوں کی بے اعتنائیوں اور موچی دروازے سے ریلوے اسٹیشن تک ''اندھیرے سفر'' کا کبھی تذکرہ نوک زبان پر رکھا ہو کتنا ظرف تھا ان لوگوں کا!

رکھ رکھا اس آنکھ کا دیکھ چپ کی چپ اور بات کی بات
کٹتے کٹتے کٹتی ہے سفر کی کالی لمبی رات

یہ تھے سنی علمائے کرام جو اپنے عوام کے ''حسن سلوک'' پر کبھی شکوہ بہ لب نہیں ہوتے تھے۔(مجالس علماص186)

جسے دیکھو سوشل میڈیا پر پیشہ ور نعت خوانوں اور خطیبوں کی مذمت کر رہا ہے اور جو من میں آرہا ہے کہہ رہا ہے۔لیکن عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ کا یہ حل نہیں ہے بلکہ آپ کو کچھ عملی اقدامات کرنا ہوں گے۔اس لیے کہ شکوہِ ظلمتِ شب سے تو کہیں بہتر تھا اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے اس کی وہ جانے اسے پاسِ وفا تھا کہ نہ تھا تم فراز اپنی طرف سے تو نبھاتے جاتے اس بات کو اس واقعہ سے سمجھئے مسلمانوں کے محلہ میں غیر مسلم نے ہوٹل بنالیا کچھ عرصہ بعد چند مسلمانوں نے بھی وہاں کھانا کھانا شروع کر دیا۔دوسرے مسلمانوں نے انہیں روکا کہ اس ہوٹل سے کھانا نہ کھاؤ!بار بار منع کرنے کے باوجود کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ ان کا ہوٹل کے بغیر گزارہ ہی نہ تھا۔ایک سمجھدار نے مشورہ دیا کوئی مسلمان اسی محلہ میں ہوٹل بنائے اور دیگر

مسلمانوں کو اس مسلمان کے ہوٹل سے کھانا کھانے کا کہا جائے۔اس مشورہ پر عمل ہوا تو نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں نے غیر مسلم کے ہوٹل کو چھوڑ دیا بلا تشبیہ و تمثیل عرض ہے آپ قوم کو مخلص خطبا و نعت خوان دیں قوم پیشہ وروں کو چھوڑ دے گی اور جب تک متبادل نہیں دیتے تو جتنا بھی زور لگا لیں کچھ نہیں ہوگا۔کیونکہ قوم کا خطبا و نعت خوانوں کے بغیر گزارہ نہیں۔ہمارے لیے مشعل راہ ۱۹۵۵ء کی یہ انجمن ہے۔چنانچہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی لکھتے ہیں: ۱۹۵۵ء میں لاہور شہر کے چند سنی خطیبوں نے ایک انجمن بنائی اور اعلان کیا کہ ہر مقرر ''مفت'' تقریر کیا کرے گا نہ خدمت، نہ وظیفہ، نہ نذرانہ، نہ تبرک، نہ کھانا، نہ کرایہ اللہ اللہ! علماء کرام اور یہ قربانیاں! اس ''انجمن مفت خطابی'' میں جو نوجوان علماء اہل سنت شامل تھے ان میں جناب مولانا حافظ محمد عالم صاحب (جو بعد میں شیخ القرآن کے لقب سے سیالکوٹ میں دینی اہمیت کے مالک بنے) زینت القراء قاری غلام رسول صاحب (جو اپنی خوش آوازی اور قرآن خوانی کی بدولت ساری دنیا میں معروف ہوئے) حضرت مولانا الٰہی بخش صاحب (جو مستقبل میں ایک زبردست مناظر اور مقرر کی حیثیت سے ابھرے اور ''ضیائی نسبت'' سے پیر طریقت کی حیثیت سے معروف ہوئے) راقم الحروف (جو اپنی زندگی کی کامیابیوں میں ''سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر'' کی عنایتوں سے نوازے گئے) مولانا محمد یوسف صاحب جوشیلا (جو بعد میں ایک مجذوب پیر طریقت کی حیثیت سے اہل دل کے قافلے تیار کرتے رہے) اس انجمن میں شامل تھے۔اپنی سائیکلیں، اپنا کھانا، اپنی تقریریں، اپنا بیان! لاہور کے لوگوں نے ان مقرر حضرات کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔مختلف علاقوں کی دینی انجمنیں وقت لیتیں، اشتہار چھپواتیں، اعلان کرتیں، اسٹیج سجاتیں، سپیکر نصب کرتیں اور یہ نوجوان مقرر تقریریں کرتے۔اور رات کے پچھلے پہر جلسے ختم ہوتے تو اپنی اپنی سائیکلوں پر اپنے اپنے گھروں میں جا پہنچتے۔ان علماء کرام کا یہ انداز اہل لاہور کو اتنا پسند آیا کہ شہر کے کسی نہ کسی علاقہ میں ہر رات جلسہ ہوتا اور یہ نوجوان علماء اپنے اپنے انداز میں تقریریں کرتے۔قاری غلام رسول صاحب قرآن پڑھتے تو

دل دھل جاتے، ذہن سکون حاصل کرتے راستہ چلتے لوگ رک جاتے۔ ان دنوں کشمیری بازار لاہور میں نوجوانوں نے ایک مجلس ''اصلاح المسلمین'' کے نام سے بنائی۔ یہ لوگ قدآدم رنگین اشتہارات چھپواتے لاہور کے بازاروں میں لگاتے، شاندار اسٹیج سجاتے اور مجھے یاد ہے کہ ہم اسٹیج کے مالک ہوتے اور یہ لوگ جلسہ گاہ کے چاروں طرف ہاتھ باندھے کھڑے رہتے۔ کبھی کبھی ان نوجوان مقررین کی اسٹیج پر صدارت کے لیے حضرت مولانا ابوالحسنات خطیب جامع مسجد وزیر خان، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان صاحب نیازی بھی تشریف لاتے۔ جلسہ ختم ہوتا تو ہماری سائیکلوں کی گھنٹیاں بجتیں اور ہم رات کے اندھیروں کو چیرتے ہوئے اپنے اپنے ''غریب خانوں'' میں پہنچ جاتے اور دل میں کہتے جاتے ع آقا تیری خاطر شہر کے کوچے سجائے ہیں! تقریر کے بعد پیسے وصول کرنا ایک روایت ہے اور اس میں ایک ''مزہ'' بھی ہے مگر تقریر کرنے کے بعد نذرانہ، کرایہ اور پیسے نہ لینے میں جو ''سرور'' ہے اسے میں اب تک نہیں بھول سکا میرا دل اس ''نشہ'' سے ابھی تک سرشار ہے! مجالس علما ص ۱۸۶-۱۸۷ اے سنیت کا درد رکھنے والے نوجوانو! کسی کو برے بھلا کہنے سے بہتر یہ ہے کہ اپنے اسلاف کی اس سنت پر عمل کرتے ہوئے انجمن مفت خطابی و نعت خوانی بنا لیجیے آپ میں جو نعت خوان ہیں وہ نعت خوانی میں رنگ بکھیریں اور جو خطبا ہیں اور فن خطابت کے جوہر دکھائیں۔ کام مشکل ہے لیکن لیکن ہے خوبصورت و پر سرور۔

آج بھی عموماً خطیب کے ساتھ ایک نعت خوان ہوتا ہے۔ نعت خوان کا خطیب کی شان میں نعرے لگوانا ہو یا خطیب کا سامعین کو نعت خواں کی خدمت کی ترغیب دلانا ہو یہ کسی پر مخفی نہیں۔ آیئے ایک خطیب اور ان کے رفیق سفر کی داستان صبر وشکر سنیے اور کچھ درس حاصل کیجیے۔

مولانا محمد بخش مسلم۔ بی اے اور عشق لہر انگریز کا زمانہ تھا سفر میں بے پناہ مشکلات تھیں ریاست ''بہاول پور'' کے بے لق ودق ریگستان پنجاب کے جفاکش آبادکاروں کی محنت سے سرسبز وشاداب ہو رہے تھے۔ ان آبادکاروں کی دلی تمنا ہوتی کہ وہ اپنے علاقے میں ان

باکمال خطیبوں کی آوازسنیں جن کی خوش بیانی سے لاہور کے در و دیوار معمور ہو رہے تھے۔
ہارون آباد سے چودہ میل دور ایک جلسہ عام ہونا قرار پایا مجھے (راوی کو) حکم ہوا کہ میں لاہور سے مولانا محمد بخش مسلم -بی اے کو لے کر جلسہ گاہ میں پہنچوں۔ مولانا مسلم کا ان دنوں خطابت میں طوطی بولتا تھا وہ اردو، پنجابی اور انگریزی میں یکساں تقریر کرتے جب وہ اپنی تقریر میں فرفر انگریزی کے جملے بولتے تو سامعین ایک نیا لطف حاصل کرتے تھے مولانا مسلم لاہور سے روانہ ہوئے تو انہوں نے ایک زبردست پنجابی شاعر ''عشق لہر'' (م:1948-11-25) کو بھی اپنا ہم سفر بنالیا۔ ''عشق لہر'' صرف پنجابی شاعر ہی نہ تھے وہ قومی شاعر بھی تھے۔
ہارون آباد جانے کے لیے صرف ایک راستہ تھا پہلے ریل گاڑی پر سوار ہو کر قصور پھر ''فیروز آباد'' وہاں سے گاڑی تبدیل کر کے ''بہاول نگر'' اور وہاں سے گاڑی بدل کر ''ہارون آباد'' کا رخ کرتے اس طرح ہمارا قافلہ 20 گھنٹوں میں لاہور سے ہارون آباد پہنچا۔ گاڑی لیٹ ہونے کی وجہ سے ایک بس جو ہارون آباد سے چشتیاں کے ریتلے صحرا کو چیرتی ہوئی جاتی تھی، ہمارے جانے سے پہلے نکل چکی تھی اب ہم تھے اور چودہ میل کا سفر تھا اور سامنے ریت کے پھیلے ہوئے ٹیلے تھے۔ میں نے بے بسی کے عالم میں ان نازک شہری مہمان علماء کے چہروں پر نظر ڈالی تو نظریں جھک گئیں مولانا مسلم نے للکار کر کہا ''قدم بڑھاؤ ساتھیو! یہ چودہ میل پر جلسہ گاہ ہے''، ہم چل پڑے ریت کے ٹیلے ہمارے علماء کرام کے پاؤں کے نیچے ریشم اور کمخاب بن کر بچھے جارہے تھے وہ نازک قدم جو لاہور کے باغوں میں چلتے بھی شرماتے تھے ریت کو روندتے ہوئے سفر پر رواں دواں تھے۔ رات کے سائے گہرے ہوتے جارہے تھے ہم جلسہ گاہ کے قریب پہنچے تو عشاء کی اذانیں بلند ہو رہی تھیں ہمارے آنے کی خبر سنی تو ہماری راہ میں انتظار کی آنکھیں بچھانے والوں کے چہرے خوشی سے دمکنے لگے علمائے اہلسنت سے سٹیج درخشاں تھے حد نگاہ تک سامعین کا مجمع پھیلا ہوا تھا ''عشق لہر'' نے اپنی پنجابی نظموں سے مجمع میں ''لہر بہر'' کردی۔ مولانا مسلم اٹھے تو اپنی خوش آوازی اور روانی سے

دلوں کو گرماتے گئے۔ مولانا مسلم نے اہل محبت کو خوش کر دیا۔ دوسرے دن آرام کیا تیسرے دن لاری پر بٹھانے کے لیے 50 آدمی آئے مگر منتظمین نے مولانا مسلم مرحوم کے کان میں کہا ''اللہ حافظ جزاک اللہ!'' ان بزرگوں کو اتنے لمبے سفر کی تکلیف اور پھر شاندار تقریروں کے باوجود لوگوں نے صرف ''جزاک اللہ'' کہنے پر ٹال دیا تھا میرے دل میں ملال تھا مگر راستے میں ''مولانا مسلم'' اور ''عشق لہر'' نے خوش ہو کر کہا ''الحمدللہ ہمیں بہت کچھ مل گیا ہے، ہم نے اس صحرا میں اپنے رسول کا پیغام پہنچا کر ہزاروں دلوں کو زندہ کر دیا ہے کیا یہ ''صلہ'' کسی چیز سے کم ہے! (مجالس علماء صفحہ ۱۸۳)

اگر وقت کے دامن میں فرصت ہو تو اس واقعہ کو ایک مرتبہ پھر پڑھیے:

دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ ایک عظیم خطیب اور محض نعت خواں نہیں بلکہ نعت گو شاعر 20 گھنٹے کا طویل سفر مختلف سواریوں پر طے کر کے جب ہارون آباد پہنچے ہوں گے تو تھکاوٹ سے ان کا کیا حال ہوگا؟ جبکہ اس وقت کے راستوں اور گاڑیوں کی حالت کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اوپر سے یہ آزمائش کہ جلسہ گاہ تک جانے کے لیے اکلوتی گاڑی بھی رخصت ہو چکی۔ آج اگر ہم میں سے کوئی اس آزمائش میں مبتلا ہو تو دل پر ہاتھ رکھ کر بتایئے کہ کیا تاثرات ہوں گے؟ بلکہ آج 20 گھنٹے کا سفر ہو تو بغیر ایئر ٹکٹ کے سنتا کون ہے؟ لیکن ہمارے اسلاف کی للٰہیت نے انہیں 20 گھنٹے کے طویل سفر کے بعد 14 میل کے پیدل اور وہ بھی صحرا کے سفر کرنے پر آمادہ کر دیا۔ اور واپسی پر نہ جیب گرم ہوئی نہ لفافہ لیکن پھر بھی زبان پر کلمات کیا جاری ہوئے: الحمدللہ ہمیں بہت کچھ مل گیا ہے ہم نے اس صحرا میں اپنے رسول کا پیغام پہنچا کر ہزاروں دلوں کو زندہ کر دیا ہے کیا یہ ''صلہ'' کسی چیز سے کم ہے؟

آج اگر ہمارے ساتھ ایسا ہو تو منتظمین کو بلکہ ان کے اباواجداد کو کیا کیا القابات ملیں گے شاید یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اے گروہ علماء! جن کے تم جانشین ہو ان کی سیرت یہ ہے۔

☆......☆......☆......☆

امام احمد رضا اور فتنۂ قادیانیت

مولانا الیاس اختر مصباحی

قادیان (گورداس پور، پنجاب، انڈیا) میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام تھا: مرزا غلام احمد۔

شقاوت و بدبختی اس کی قسمت میں لکھی تھی اس لیے وہ گمراہی کے زینے، یکے بعد دیگرے چڑھتا گیا اور مجدد، مہدی، مسیح اور پھر نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہوا، قعرِ مذلت میں گرتا چلا گیا۔ ۱۸۹۱ء میں اس نے حیاتِ عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا انکار کرتے ہوئے خود ہی مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۰ء میں ختم نبوت کے عقیدے کو لغو و باطل کہہ کر خود جھوٹا نبی بن بیٹھا۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے:

''یہ کس قدر لغو و باطل عقیدہ ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وحی کا دروازہ، ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے۔'' (ص ۱۸۳، ضمیمۂ براہینِ احمدیہ، جلد پنجم)

اس کے جانشیں و خلفِ اکبر، مرزا بشیر الدین محمود نے اس کی نبوت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: ''ہم حضرت مسیحِ موعود کی نبوت پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ کی نبوت میں وہ تمام باتیں پائی جاتی ہیں جو نبی اللہ کے لیے لغت و قرآن و محاورۂ انبیائے گذشتہ سے لازمی معلوم ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ آپ کا نام اللہ تعالیٰ نے نبی رکھا۔ پس آپ قرآنِ کریم و لغت و محاورۂ انبیائے گزشتہ کے مطابق نبی تھے۔'' (ص ۶۳، حقیقۃ النبوۃ، حصہ اول)

یہ سب کچھ مرزا کی خللِ دماغی و خبط الحواسی کا نتیجہ ہے۔ آغازِ امر میں مرزا غلام احمد قادیانی (پیدائش: فروری ۱۸۳۵ء، موت ۱۳۲۶ھ / مئی ۱۹۰۸ء) نے آریوں اور عیسائیوں سے تحریری و تقریری مباحثے و مناظرے کیے اور دفاعِ اسلام میں سرگرم رہا۔ اسی

دور میں اس نے اپنی مشہور کتاب ''براہینِ احمدیہ'' لکھی، جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ مگر رفتہ رفتہ اس پر دنیاداری کا رنگ چڑھتا گیا اور انگریزوں کے دامِ فریب کا شکار ہوگیا۔ انگریزوں کے ایما پر محض ان کی خوشنودی کے لیے اس نے بہت کچھ کیا اور حکومتِ نصاریٰ کی خدمت گزاری کے بارے میں وہ خود ہی لکھتا ہے:

''مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلادِ اسلام میں اس مضمون کے شائع کیے کہ ''گورنمنٹ ہم مسلمانوں کی محسن ہے۔ لہٰذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکرگزار اور دعا گو رہے اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اُردو، فارسی، عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں اور یہاں تک کہ وہ اسلام کے دو مقدس شہروں، مکہ و مدینہ میں بھی بخوبی شائع کر دیں اور روم کے پایۂ تخت، قسطنطنیہ اور بلادِ شام اور مصر اور کابل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن تھا اشاعت کر دیا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلیظ خیالات چھوڑ دیئے، جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکتا۔''

(ص ۷، ستارۂ قیصر، مولفہ: مرزا غلام احمد قادیانی)

انگریزوں کی سرپرستی اور ان کی پشت پناہی میں یہ فتنہ، بگولہ کی طرح اُٹھا اور طوفان کی طرح صوبۂ پنجاب کے مختلف علاقوں میں پھیل گیا اور اس نے نہ جانے کتنی مسلم آبادیوں کو اسلام و ایمان کی گراں بہا دولت سے محروم کر دیا۔ علمائے اہلِ سنت نے اس فتنہ کا جم کر مقابلہ کیا، کئی ایک مناظرے، مرزا غلام احمد قادیانی سے کیے اور اس کے اثرات، زائل کرنے کی ہر ممکن تدبیر اختیار کی۔

سرزمینِ پنجاب کے عظیم المرتبت بزرگ، حضرت سید مہر علی شاہ گولڑوی (وصال ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء) نے فتنۂ قادیانیت کی بیخ کنی میں جوگراں قدرخدمات، انجام دیں، اُن کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، تحریر فرماتے ہیں:

حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی پیشین گوئی کے مطابق آپ کی مساعی جمیلہ نے فتنۂ قادیانیت کی سازشوں پر پانی پھیر دیا۔ ۱۳۱۷ھ/ ۱۹۰۰ء میں آپ نے شمس الھدایہ لکھ کر حیاتِ مسیح علیہ السلام پر زبردست دلائل قائم فرمائے۔

مرزا غلام احمد قادیانی ان دلائل کا جواب تو نہ دے سکا، البتہ مناظرے کا چیلنج دے دیا۔ ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء کی تاریخ برائے مناظرہ طے پائی۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ اور علمائے اہلِ سنت کی بڑی جماعت مقررہ تاریخ پر شاہی مسجد لاہور پہنچ گئی۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ اس خفت کو مٹانے کے لیے ۱۵ دسمبر کو سورۂ فاتحہ کی تفسیر اعجاز المسیح کے نام سے عربی زبان میں لکھ کر شائع کی، جس کے بارے میں مرزا یہ تاثر دے رہا تھا کہ یہ الہامی تفسیر ہے۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ نے ۱۹۰۲ء میں سیف چشتیائی لکھ کر شائع فرمادی۔ جس میں مرزا کی عربی دانی کی قلعی کھول دی اور قادیانی دعوؤں کی دھجیاں بکھیر دیں۔ یہ کتاب آج تک لاجواب ہے۔

(ص ۵۳۹، ۵۴۰، تذکرۂ اکابر اہل سنت، مولفہ: محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہوری، طبع دوم ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء، مکتبہ قادریہ، لاہور)

فقیہ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (متوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) نے اس فتنہ کے آغاز ہی میں اس کے خلاف متعدد کتب و رسائل تصنیف فرمائے۔ قادیانی و مرزائی عقائد کی کچھ تفصیلات حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (۱۳۲۴ھ) میں آپ

نے اس طرح تحریر فرمائی ہیں:

''ان میں سے ایک فرقہ مرزائیہ ہے اور ہم نے اس کا نام غلامیہ رکھا ہے۔ غلام احمد قادیانی کی طرف نسبت کرتے ہوئے، وہ ایک دجال ہے جو اس زمانہ میں پیدا ہوا کہ ابتداء مثیلِ مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور واللہ! اس نے سچ کہا ہے کہ وہ مسیح دجال کذاب کا مثل ہے۔ پھر اسے اور اونچی چڑھی اور وحی کا ادعا کیا اور واللہ! وہ اس میں بھی سچا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ دربارۂ شیاطین فرماتا ہے: ''ایک ان کا دوسرے کو وحی کرتا ہے، بناوٹ کی بات دھوکے کی۔'' رہا اس کا اپنی وحی کو اللہ سبحانہٗ کی طرف نسبت کرنا اور اپنی کتاب براہین احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کی کتاب بتانا، یہ بھی شیطان ہی کی وحی سے ہے کہ لے مجھ سے اور نسبت کر، رب العلمین کی طرف۔ پھر دعوائے نبوت و رسالت کی صاف تصریح کر دی اور لکھ دیا کہ ''اللہ وہی ہے جس نے اپنا رسول قادیان میں بھیجا۔'' اور زعم کیا کہ ایک آیت اس پر یہ اُتری ہے کہ:

''ہم نے اسے قادیان میں اُتارا اور حق کے ساتھ اُترا۔''

اور زعم کیا کہ وہی وہ احمد ہے جن کی بشارت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی تھی اور ان کا یہ قول جو قرآنِ کریم میں مذکور ہے ''میں بشارت دیتا آیا ہوں اُس رسول کی جو میرے بعد تشریف لانے والے ہیں، جن کا نامِ پاک احمد ہے۔'' اس سے میں ہی مراد ہوں۔ اور زعم کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا کہ اس آیت کا مصداق تو ہی ہے کہ ''اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔'' پھر اپنے نفس لئیم کو بہت انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل بتانا شروع کیا اور گروہِ انبیاء علیہم السلام سے کلمۂ خدا اور روح و رسولِ خدا عزوجل عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تنقصِ شان کے لیے خاص کر کے کہا کہ: ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو، اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

اور اس سے جب مؤاخذہ ہوا کہ تو اپنے آپ کو رسولِ خدا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مثیل بتاتا ہے تو وہ عقل کو حیران کر دینے والے معجزے کہاں ہیں جو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا کرتے

تھے؟ جیسے مردوں کو جلانا اور مادر زاداندھے اور بدن بگڑے ہوئے کو اچھا کرنا اور مٹی سے ایک پرند کی صورت بنانا، پھر اس میں پھونک مارنا اور اس کا حکمِ خداعزوجل سے پرندہ ہوجانا۔

تو اس کا یہ جواب دیا کہ عیسیٰ یہ باتیں مسمریزم سے کرتے تھے (کہ انگریزی میں ایک قسم کے شعبدے کا نام ہے) اور لکھا ہے کہ میں ایسی باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو میں بھی کر دکھاتا۔

اور جب پیشین گوئی کرنے کی عادت اسے پڑی ہوئی ہے اور پیشینگوئیوں میں اس کا جھوٹ نہایت کثرت سے ظاہر ہوتا ہے، تو اپنی اس بیماری کی یہ دوا نکالی کہ: پیشینگوئیاں جھوٹی ہوجانا کچھ نبوت کے منافی نہیں کہ پہلے چارسو انبیاء کی پیشینگوئیاں جھوٹی ہوچکی ہیں اور سب میں زیادہ جس کی پیشینگوئیاں جھوٹی ہوئی وہ عیسیٰ ہیں۔علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

اور یوں ہی شقاوت کی سیڑھیاں چڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ انہیں جھوٹی پیشینگوئیوں میں واقعۂ حدیبیہ کو گنادیا۔تو اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جس نے کسی نبی کو ایذا دی۔اور اللہ تعالیٰ کی درودیں اور برکتیں اور سلام اس کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر۔

اور جب کہ اُس نے چاہا کہ مسلمان زبردستی اس کو ابنِ مریم بنالیں اور مسلمان اس پر راضی نہ ہوئے۔ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل انہوں نے پڑھنا شروع کیے۔تو لڑائی کے لیے اٹھا اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عیب اور خرابیاں جتانی شروع کیں۔ یہاں تک کہ ان کی والدہ ماجدہ تک ترقی کی جو صدیقہ ہیں اور غیر خدا سے بے علاقہ اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی سے چنی ہوئی اور ستھری اور بے عیب ہیں اور تصریح کردی کہ یہودی جو عیسیٰ اور ان کی ماں پر طعن کرتے ہیں، ان کا ہمارے پاس کچھ جواب نہیں، نہ ہم اصلاً ان پر رد کرسکتے ہیں اور ان پاک بتول کو اپنی طرف سے اپنے خبیث رسالوں میں بالحاد وہ عیب لگائے کہ مسلمان پر جن کا نقل کرنا بھی گراں ہے۔اور تصریح کردی کہ عیسیٰ کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں بلکہ متعدد دلیلیں ان کے بطلانِ نبوت پر قائم ہیں۔

پھر اس خوف سے کہ تمام مسلمان اس سے نفرت کرجائیں گے، یوں اپنے کفر پر پردہ

ڈالا کہ ہم انہیں صرف اس وجہ سے نبی مانتے ہیں کہ قرآن مجید نے انہیں انبیاء میں شمار کر دیا ہے۔ پھر پلٹ گیا اور بولا کہ ان کی نبوت کا ثبوت ممکن نہیں۔ اور اس کے اس قول میں جیسا کہ دیکھ رہے ہو، قرآن مجید کا بھی جھٹلانا ہے کہ اس نے ایسی بات کہی جس کے بطلان پر دلائل قائم ہیں۔ ان کے سوا اس کے کفریاتِ ملعونہ اور بہت ہیں۔ اللہ تعالیٰ، مسلمانوں کو اس کے اور تمام دجالوں کے شر سے پناہ دے۔ (آمین)

(ص ۹۷ تا ۱۰۱، حسام الحرمین، مولفہ: امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ: مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی شریف، یوپی انڈیا)

حضرت امام احمد رضا بریلوی نے فتنۂ انکارِ ختم نبوت کی زبردست تردید فرمائی اور کتاب وسنت کی روشنی میں عقیدۂ ختم نبوت کا اثبات کرتے ہوئے اس موضوع کی اپنی مشہور کتاب جَزَاءُ اللهِ عَدُوَّهٗ بِاِبَآئِهٖ خَتْمَ النُّبُوَّةِ میں رقمطراز ہیں: ''بِحَمْدِہٖ تَعَالٰی بیس (20) احادیثِ علویہ کے علاوہ خاص مقصود ومحمود ختمِ نبوت پر یہ ایک سو ایک حدیثیں ہیں اور مع تذییلات ایک سو اٹھارہ۔ جن میں نوے (90) مرفوع ہیں اور ان کے رواۃ واصحاب، 71 صحابہ وتابعین میں صرف گیارہ تابعی، باقی ساٹھ صحابی ہیں۔ ان احادیث کثیرہ وافرہ شہیرہ متواترہ میں صرف گیارہ (۱۱) حدیثیں وہ ہیں جن میں فقط ختم نبوت کا انہیں الفاظ موجودۂ قرآن عظیم سے ذکر ہے۔ جن میں سے آج کل کے بعض ضلال قاسمانِ کفر وضلال نے تحریفِ معنوی کی اور معاذ اللہ! حضور کے بعد اور نبوتوں کی نیو جمانے کو خاتمیت بمعنی نبوت بالذات لی، یعنی معنی خاتم النبیّین صرف اس قدر ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالذات ہیں اور انبیاء نبی بالغرض۔ باقی زمانہ میں تمام انبیاء کے بعد ہونا، حضور کے بعد اور کسی کو نبوت ملنی ممتنع ہونا یہ معنی ختم نبوت نہیں اور صاف لکھ دیا کہ حضور کے بعد بھی کسی کو نبوت مل جائے تو ختم نبوت کے اصلاً منافی نہیں۔ اس کے رسالہ ضلالت مقالہ کا خلاصۂ عبارت یہ ہے:

''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا، بایں معنی ہے کہ آپ سب میں

آخری نبی ہیں۔مگر اہلِ فہم پر روشن کہ تقدم وتاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔پھر مقام مدح میں وَلٰكِن رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے۔

بلکہ موصوف بالعرض کا قصہ، موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔اسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے۔آپ، موصوف بوصفِ نبوت بالذات ہیں اور نبی موصوف بالعرض بایں معنی جو میں نے عرض کیا۔آپ کا خاتم ہونا انبیائے گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔بلکہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو، تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔اھ

(تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس، مولفہ: محمد قاسم نانوتوی، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند)

مسلمانو! دیکھا اس ملعون ناپاک شیطانی قول نے ختم نبوت کی کیسی جڑ کاٹ دی۔ خاتمیت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی وہ تاویل گڑھی کہ خاتمیت خود ہی ختم کر دی۔ صاف لکھ دیا کہ اگر حضور خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کے زمانے میں بلکہ حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو ختمِ نبوت کے کچھ منافی نہیں۔

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے ان احادیثِ کثیرہ میں صرف گیارہ حدیثیں ایسی لکھی ہیں جن میں تنہا ختمِ نبوت کا ذکر ہے۔باقی نوے احادیث اور اکثر تذییلات ان پر علاوہ سو سے زائد حدیثیں وہی جمع کیں کہ بالتصریح حضور کا اسی معنی پر خاتم ہونا بتا رہی ہیں، جسے وہ گمراہ ضال، عوام کا خیال جانتا ہے اور اسی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کوئی تعریف نہیں مانتا۔صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام کے ارشادات کے تذییلوں میں گزرے مثلاً: امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی عرض کہ ''اللہ تعالیٰ نے حضور کو سب انبیاء کے بعد بھیجا۔انس رضی اللہ عنہ کا قول ''تمہارے نبی، آخر الانبیاء ہیں۔'' عبداللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ ''ان کے بعد

کوئی نبی نہیں۔''امام باقر رضی اللہ عنہ کا قول کہ''وہ سب انبیاء کے بعد بھیجے گئے۔''انہیں تو یہ گمراہ کب سنے گا کہ وہ اسی وسوۃ الخناس میں صاف یہ خود بھی بتا گیا ہے کہ وہ سلف صالح کے خلاف چلا ہے اوراس کا عذر، یوں پیش کیا کہ اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آ گیا اور کسی طفلِ ناداں نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا وہ عظیم الشان ہو گیا۔مگر آنکھیں کھول کر خود محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متواتر حدیثیں دیکھیے کہ میں عاقب ہوں، جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔میں سب انبیاء میں آخری نبی ہوں۔میں تمام انبیاء کے بعد آیا، ہم ہی پچھلے ہیں، میں سب پیغمبروں کے بعد بھیجا گیا۔قصرِ نبوت میں جو ایک اینٹ کی جگہ تھی مجھ سے کامل کی گئی۔میں آخرالانبیاء ہوں۔میرے بعد کوئی نبی نہیں، رسالت ونبوت، منقطع ہوگئی، اب نہ کوئی رسول ہوگا نہ نبی۔نبوت میں سے اب کچھ نہ رہا، سوا اچھے خواب کے میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔میرے بعد دجال کذاب ادعائے نبوت کریں گے۔میں خاتم النبیین ہوں۔میرے بعد کوئی نبی نہیں، نہ میری امت کے بعد کوئی امت۔

ادھر علمائے کتب سابقہ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سن سن کر شہادت ادا کر رہے ہیں کہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہوں گے، ان کے بعد کوئی نبی نہیں، ان کے سوا کوئی نبی، باقی نہیں، وہ آخرالانبیاء ہیں۔ادھر ملائکہ وانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صدائیں آ رہی ہیں کہ وہ پسینِ پیغمبراں ہیں، وہ آخرِ مرسلاں ہیں۔خود حضرت عزت عزت عزتہٗ سے ارشاداتِ جاں فزا اور دل نواز آ رہے ہیں کہ محمد ہی اول وآخر ہے۔اس کی امت، مرتبے میں سب سے اگلی اور زمانے میں سب سے پچھلی ہے۔وہ سب انبیا کے پیچھے آیا۔الخ

(ملخصاً،ص ۷۳ تا ۷۵، جزاءاللہ عدوہ باباءہ ختم النبوۃ، مولفہ: امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت، بریلی شریف)

مشاہیر علمائے متقدمین کے تیس (۳۰) نصوص پیش کرنے کے بعد امام احمد رضا لکھتے

ہیں: باجملۃ ولید بلید جو حضرت علی و فاطمہ و حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو انبیاء و رسول کہنا جائز سمجھتا ہے، خواہ کوئی پلید، ختم نبوت کا ہر منکر عنید، صراحۃً جاحد ہو یا تاویل کا مرید۔ مطلقاً نفی کرے یا تخصیص بعید، امیری قاسمی مشہدی مرید، رافضی غالی وہابی شدید، سب صریح کافر مرتد طرید۔ علیہ لعنۃ اللہ العزیز الحمید۔

(ملخصاً ص ۸۸، جزاء اللہ عدوہ، مطبوعہ، بریلی)

قادیانیوں کے بارے میں حکم شریعت بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا، ارشاد فرماتے ہیں: ''قادیانی، مرتد منافق ہیں، مرتد منافق وہ شخص ہے جو کلمۂ اسلام پڑھتا ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے۔ یا ضرورت دینی میں سے کسی شے کا منکر ہے۔

(ص ۱۱۲، جلد اول، احکام شریعت، مطبوعہ کراچی)

آپ نے قادیانیوں کے خلاف ایک رسالہ قهر الديان على مرتد بقاديان بریلی سے شائع فرمایا اور اپنے خلفا و تلامذہ کے ذمہ قادیانیوں کے استیصال کی خدمت سپرد کی۔ جنہوں نے ہر محاذ پر ان کی سرکوبی کی اور اس بڑھتے ہوئے طوفان کا سد باب کیا جو امت مسلمہ کے اندر زبردست اختلاف و انتشار کا باعث ہونے والا تھا۔

اگست ۱۹۴۷ء کو تشکیلِ پاکستان کے بعد علماء و مشائخ اہلِ سنت اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے خلفا و تلامذہ اور مریدین و معتقدین نے قادیانیت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کا جو گراں قدر کارنامہ انجام دیا ہے، اس کی طویل اور تفصیلی تاریخ کے چند اہم گوشے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی (وصال ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ/ ۱۲ اگست ۱۹۵۴ء مدفون جنت البقیع، مدینہ منورہ) خلیفۂ امام احمد رضا بریلوی نے افریقی و یورپی ممالک کے تبلیغی دورے میں جگہ جگہ قادیانیوں کا تعاقب کیا اور بہت سے قادیانی آپ کے

دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری لاہوری (وصال ۲ شعبان ۱۳۸۰ھ/ ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء) فیض یافتۂ امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں مولانا عبدالحکیم شرف قادری لاہوری تحریر فرماتے ہیں: ''قیامِ پاکستان کے بعد ختم نبوت کے قصرِ رفیع میں نقب لگانے والے مرزائی قادیان سے منتقل ہوکر پاکستان آگئے اور پاکستان کے وزیر خارجہ ظفر اللہ (قادیانی) کے نام سے برائے نام قیمت کے عوض ربوہ (پنجاب) کی زمین حاصل کر کے ارتداد پھیلانے میں مصروف ہوگئے۔ اس فتنے کے انسداد کے لیے تمام علماء نے مل کر ۱۹۵۳ء میں مجلسِ عمل قائم کی، جس کے صدر مولانا ابوالحسنات قادری منتخب ہوئے۔ الی آخرہ

(ص ۴۲۵، تذکرۂ اکابر اہلِ سنت، مولفہ: مولانا عبدالحکیم شرف قادری، طبع دوم، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء مکتبہ قادریہ، لاہور)

سرکاری مسودۂ قانون میں مسلمان کی تعریف نہیں کی گئی تھی اور چودھری سرظفر اللہ خاں (قادیانی) وزیر خارجہ، حکومتِ پاکستان کے ہذیانات بھی دن بدن بڑھ رہے تھے۔ جس کے جائزہ کے لیے برکت علی اسلامیہ ہال (لاہور) میں دسمبر ۱۹۵۲ء میں ایک کنونشن بلایا گیا۔ جس میں شیخ المشائخ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی نے خصوصی طور پر شرکت فرما کر حاضرین کے حوصلوں اور امنگوں میں اضافہ فرمایا۔ کنونشن نے مطالبہ کیا کہ سرظفر اللہ خاں کو وزارتِ خارجہ سے ہٹایا جائے اور مسلمان ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو آخری حجت تسلیم کرے۔ جو لوگ ایسا نہ کریں یا حضور کی کسی تعلیم میں مسلمانوں کی کثرتِ رائے کی پابندی قبول نہ کریں انہیں آئینِ پاکستان کے تحت غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور پاکستان میں اسلامی حکومت بننے کے لیے ضروری ہے کہ ہر محکمہ کلیدی عہدوں پر وہی افراد رکھے جائیں جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو آخری حجت تسلیم کریں۔

ان مطالبات کو منوانے، قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے اور تحریک کو منظم کرنے کے

لیے ایک مجلس عمل بنائی گئی جس میں تمام طبقات ومکاتب فکر کے علماء شریک تھے۔اس متحدہ مجلس عمل نے متفقہ طور سے علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری لاہوری (متوفی ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) فیض یافتۂ حضرت امام احمد رضا بریلوی کو اپنی مجلسِ عمل کا صدر چنا۔

سید مظفر شمسی سیکرٹری مجلس عمل کا بیان ہے: ہر جلسے میں مجھے موصوف (علامہ سید محمد احمد قادری) کے قریب رہنے کا موقع ملا۔ میں ان سے بہت متاثر تھا۔ انہیں ہر اسٹیج پر باعمل پایا۔خواجہ ناظم الدین وزیراعظم سے ہر ملاقات میں مولانا کے ہمراہ رہا۔جس شان سے موصوف نے قوم کے مطالبات پیش کیے انہیں کا حصہ تھا۔ ہر ملاقات کے بعد خواجہ اکثر حضرت مولانا کے پیچھے نماز پڑھتے۔ان کی شخصیت اور ان کے علم وفضل کا اقرار کرتے۔ مولانا ہر ملاقات میں ان سے ایک ہی خواہش کا اظہار کرتے کہ شمعِ رسالت ﷺ کے پروانوں کے مطالبات تسلیم کریں۔

اس سلسلے میں مولانا نے پورے پاکستان کا دورہ کیا اور ختم نبوت کے سلسلے میں لاکھوں مسلمانوں سے خطاب کیا۔ میں حیران تھا کہ ایک گوشہ نشین عالم کس طرح اس مسئلہ کے لیے بے قرار ہے۔ میں نے اکثر موصوف کو مسلمانوں کے لیے رو رو کر دعائیں مانگتے دیکھا ہے۔ مطالبات منظور نہ ہونے پر ڈائرکٹ ایکشن کا جب اعلان ہوا تو اسی شب حضرت مولانا (سید محمد احمد قادری) کی قیادت میں ان کے رفقا کو گرفتار کرلیا گیا۔جس کے بعد یہ تحریک ملک گیر پیمانے پر زور پکڑ گئی اور آپ کو ایک روز اچانک یہ اطلاع ملی کہ آپ کے بیٹے مولانا خلیل احمد قادری خطیب مسجد وزیر خاں، لاہور کو مارشل لا حکومت نے پھانسی کی سزا دے دی ہے۔ اپنے اکلوتے فرزند کے بارے میں یہ روح فرسا خبر سن کر سجدے میں گر گئے اور عرض کی ’’الٰہی! میرے بچے کی قربانی منظور فرما۔‘‘

ڈیڑھ ماہ تک کراچی سنٹرل جیل میں رکھنے کے بعد آپ کو سکھر سنٹرل جیل میں نظر بند کر دیا گیا جس میں آپ کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی (سابق صدر جمعۃ علمائے پاکستان)

صاحب زادہ فیض الحسن (سابق صدر جمعیۃ العلمائے پاکستان) وغیرہ بند تھے۔

اہل سنت کے معروف عالم وقائد حضرت مولانا عبدالحمد قادری بدایونی (متوفی جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ/ جولائی ۱۹۷۰ء کراچی) کے تعارف وتذکرہ میں حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری لاہوری تحریر فرماتے ہیں: ''جمعیۃ العلماء پاکستان کے قیام واستحکام کے لیے ابتدا ہی سے حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی نے اپنی کوششیں وقف کر رکھی تھیں۔ حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کے وصال کے بعد آپ جمعیۃ کے مرکزی صدر بنے اور اپنی شبانہ روز محنت سے جمعیۃ کو چار چاند لگا دیے۔ حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی اُن علماء میں شامل تھے جنہوں نے بائیس (۲۲) نکات پر مشتمل دستوری خاکہ مرتب کیا تھا۔ ۱۹۵۳ء میں جب تحریکِ ختم نبوت شروع ہوئی تو اس میں آپ نے کھل کر حصہ لیا اور انتہائی علالت کے باوجود فروری ۱۹۵۳ء سے جنوری ۱۹۵۴ء تک کراچی اور سکھر کی جیلوں میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔''

(ص ۲۰۶، تذکرۂ اکابر اہل سنت، مولفہ: مولانا عبدالحکیم شرف قادری، طبع دوم، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء، مکتبہ قادریہ، لاہور)

واضح رہے کہ جمعیۃ علمائے پاکستان اہل سنت کی ملک گیر سیاسی تنظیم ہے۔ مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی (جنرل سیکرٹری جمعیۃ العلماء پاکستان) نے بھی اس تحریکِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں زبردست حصہ لیا اور ۲۴-۲۵ فروری کو علمائے کرام کی گرفتاری کے بعد اسے منظم رکھنے کے لیے ۱۳ مارچ ۱۹۵۳ء کو مسجد وزیر خاں، لاہور میں تحریک کے مرکزی نظام کا دفتر قائم کیا اور حضرت مفتی محمد حسین نعیمی (شاگردِ مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء خلیفۂ امام احمد رضا بریلوی) کے تعاون سے چار ہزار کا پیاں تحریک کے اغراض ومقاصد کے لیے شہر اور مضافات میں تقسیم کیں۔

۱۶ مارچ کو آپ بھی گرفتار ہوئے، ۲۳ مارچ ۱۱۶ اپریل تک آپ کو ایک لمحہ بھی سونے

نہیں دیا گیا اور قتل کے ایک فرضی مقدمہ میں ۷ مئی کو آپ کے لیے سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا۔ عدالت کے ایک رکن نے دورانِ گفتگو ایک بار پوچھا: کیا آپ کو موت کا کوئی خوف نہیں؟ آپ نے اسے جواب دیا: ''سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پر ایسی ہزاروں زندگیاں قربان کی جا سکتی ہیں۔''

خود فرماتے ہیں: ''۱۴ مئی کو عصر کی نماز سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اطلاع ملی: ''سزائے موت چودہ (۱۴) سال قید میں بدل گئی ہے۔'' ۱۰ مئی کی صبح کو آپ پھر جیل منتقل کر دیے گئے۔ پھر سزا میں تخفیف ہوئی اور ۲۹ اپریل ۵۵ء کو آپ ضمانت پر رہا کر دیے گئے۔ ۲۲ مئی ۷۴ء کو کچھ مسلم طلبہ، قادیانیوں کے مرکز ربوہ (پنجاب) سے گزرے اور انہوں نے وہاں ختم نبوت! زندہ باد کا نعرہ لگا دیا۔ قادیانی بپھر اُٹھے اور ایک سازش کے تحت ٹرین روک کر ۲۸ مئی کو جب کہ وہ طلبہ واپس آ رہے تھے، انہیں خوب زدوکوب کیا۔ بس پھر کیا تھا پورے ملک میں ایک آگ سی لگ گئی اور مسلم نوجوان طلبہ میدان میں آ گئے۔ ماردھاڑ اور گرفتاری کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پولیس اور سیکورٹی فورس حرکت میں آ گئی اور مجبوراً اُس وقت کے وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے موقع کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اعلان کیا کہ:

یہ مسئلہ قومی اسمبلی (پارلیمنٹ) میں پیش ہوگا۔ جس کا فیصلہ ہر ایک کے لیے قابلِ قبول ہوگا۔ اس تحریک کو بامقصد بنانے کے لیے ''مرکزی مجلس عمل تحفظِ ختمِ نبوت'' کی تشکیل ہوئی۔ جس کے جنرل سیکرٹری حضرت مولانا سید محمود احمد رضوی لاہوری (خلف الرشید حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری (متوفی ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء، فیض یافتۂ حضرت امام احمد رضا بریلوی) منتخب ہوئے۔ مرکزی مجلس عمل میں اہل سنت و جماعت کے علاوہ بعض دیگر مسالک کے علما بھی شریک تھے۔ سیاسی جماعتوں میں جمعیۃ علمائے پاکستان، جمعیۃ علمائے اسلام (مفتی محمود گروپ) جماعت اسلامی، مسلم لیگ، خاکسار، نیشنل عوامی پارٹی وغیرہ نے اس کا ساتھ دیا۔ جب کہ مذہبی دیوبندی علما میں مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی احتشام الحق

تھانوی اس سے الگ رہے۔

تحریکِ ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی (ممبر قومی اسمبلی وصدر جمعیۃ علمائے پاکستان، متوفی ۱۱ / دسمبر ۲۰۰۳ء) فرزندِ مبلغِ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، خلیفۂ امام احمد رضا بریلوی کی قیادت میں پورے پاکستان میں اتنے زوردار طریقے سے چلی کہ حکومت کو مسلمانوں کے احتجاج اور ان کے مطالبات کے سامنے جھکنا پڑا اور قومی اسمبلی (پاکستان) نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ جس کے بعد روس، امریکہ، فرانس، انگلینڈ، ہالینڈ، جرمنی اور افریقی ممالک میں پھیلے ہوئے لاکھوں قادیانی اپنے عقائد پر نظرثانی کے لیے مجبور ہوئے اور بہت سے قادیانی ومرزائی اپنے ارتداد سے تائب ہوکر مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

مرکزی مجلس عمل نے مطالبہ کیا کہ (۱) قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ (۲) قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے۔ (۳) ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

۳ جون ۱۹۷۴ء کو یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں آیا۔ جس میں عبدالحفیظ پیرزادہ نے ایک قرارداد پیش کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ:

نبی کریم ﷺ کی خاتمیت پر جو یقین نہیں رکھتا اور ان کے بعد کسی دوسرے کو نبی یا مصلح تصور کرتا ہے، اس کی حیثیت کا تعین کیا جائے۔ دوسری قرارداد، صدر جمعیۃ علمائے پاکستان وممبرِ قومی اسمبلی مولانا شاہ احمد نورانی (متوفی شوال ۱۴۲۴ھ/ دسمبر ۲۰۰۳ء) فرزندِ مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم میرٹھی (متوفی ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۴ء، خلیفۂ حضرت امام احمد رضا بریلوی) نے پیش کی۔ جس پر حزبِ اختلاف کے بائیس (۲۲) ممبروں کے دستخط تھے اور ان کی تعداد بعد میں ۳۷ ہوگئی۔ اسمبلی کی اس کارروائی کے بعد ایک خصوصی کمیٹی بنی، جس کے ممبران میں مولانا شاہ احمد نورانی، مفتی محمود اور پروفیسر غفور احمد وغیرہم تھے۔ حکومت کی طرف سے مولانا کوثر نیازی اور عبدالحفیظ پیرزادہ نمائندہ تھے۔ کارروائی کے دوران مرزا

ناصر الدین احمد، سربراہِ قادیانی ربوہ گروپ وصدر الدین، سربراہِ لاہوری گروپ کی درخواست آئی کہ انہیں بھی صفائی کا موقع دیا جائے۔ چنانچہ اجازت ملنے کے بعد انہوں نے اپنا محضر نامہ پڑھا۔ کمیٹی کے ممبران نے اس کے بعد سوال نامہ مرتب کیا، جو ۷۵ سوالات پر مشتمل تھا اور جسے صرف علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری (خلف اکبر، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء، خلیفۂ حضرت امام احمد رضا بریلوی) وحضرت مولانا سید محمد علی رضوی اور حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب نے مرتب کیا تھا۔ علمائے اہل سنت کی قیادت اور مختلف جماعتوں کے تعاون سے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی پاکستان نے ۴ بجے دن میں قادیانیوں (ربوہ ولاہوری گروپ) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور ۷ بجے شب میں سینٹ نے اس کی توثیق کر دی۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی کی دعوت پر ۱۳ جولائی ۷۴ء کو راولپنڈی میں ایک عظیم الشان مشائخ کانفرنس خاص اسی موضوع پر بلائی گئی تھی، جس میں پاکستان کے طول وعرض سے کئی سو اکابر علماء ومشائخ شریک ہوئے تھے اور متفقہ طور پر اس میں یہ قرارداد پاس ہوئی تھی: ''کل پاکستان مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس عوام وخواص اور اربابِ حکومت پر واضح کر دینا اپنا دینی وملی فریضہ سمجھتا ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت، کتاب وسنت اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔''

۱۹۵۳ء میں تمام مکاتب فکر کے پینتیس (۳۵) علماء نے اور ۱۹۷۰ء کی دہائی میں رابطۂ عالمِ اسلامی کے اجلاس، منعقدہ مکہ مکرمہ میں عالم اسلام کی ایک سو چوالیس (۱۴۴) مذہبی تنظیموں کے نمائندوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ: مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی یا مجدد ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس لیے قادیانیوں، مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ الخ

قومی اسمبلی پاکستان کے اندر جاری مباحثوں میں حکومت کی اجازت سے قادیانی

سربراہ، مرزا ناصر نے اپنی تقریر میں تحذیر الناس، مولفہ: مولانا محمد قاسم نانوتوی کا ذکر کرتے ہوئے اس کی عبارتیں پیش کیں اوران سے استدلال کرنا چاہا کہ:

مولانا نانوتوی بھی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں یا آپ کے بعد کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کو منافی ختم نبوت نہیں سمجھتے تو پھر ہمیں ہی کافر کیوں قرار دیا جا رہا ہے؟

اس کا جواب دیتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی و علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری نے فرمایا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد وحیاتِ ظاہری میں یا آپ کے بعد کسی طرح کے دوسرے نبی کے امکان یا وقوع کے قائل کو علماء ومشائخ اہل سنت کافر قرار دیتے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی نے قادیانی دجال و کذاب اور فتنۂ انکار ختم نبوت کے رد وابطال و استیصال کے لیے مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں:

جَزَاءُ اللهِ عَدُوَّهٗ بِإِبَائِهٖ خَتْمَ النُّبُوَّةِ (۱۳۱۷ھ)

اَلْجُرَازُ الدَّیَّانِیْ عَلَی الْمُرْتَدِ الْقَادِیَانِیْ (۱۳۴۰ھ)

اَلسُّوْءُ وَالْعِقَابُ عَلَی الْمَسِیْحِ الْکَذَّابِ (۱۳۲۰ھ)

اَلْمُبِیْن خَتْمُ النَّبِیّٖن (۱۳۶۲ھ)

قادیانیوں کے خلاف بریلی سے آپ نے ایک رسالہ شائع کیا جس کا نام قَھْرُ الدَّیَّانْ عَلٰی مُرْتَدْ بِقَادِیَان (۱۳۲۳ھ) ہے اور آپ کے خلف اکبر حضرت مولانا حامد رضا قادری بریلوی (وصال ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) نے ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۶ء میں الصارم الربانی علی اسراف القادیانی (۱۳۱۵ھ) کے نام سے ایک رسالہ تحریر کیا۔ جس میں آپ نے حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی (موت: ۱۹۰۸ء) کو کذاب و دجال قرار دیا۔

۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء کے ایک استفتا کے جواب میں فقیہ اسلام امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

مجدد کا کم از کم مسلمان ہونا تو ضروری ہے اور قادیانی کافر و مرتد تھا۔ ایسا کہ تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا کہ جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔''

(ص ۸۱، فتاویٰ رضویہ، جلد ۶ سنی دارالاشاعت، مبارک پور)

۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے ماننے والے کچھ لوگوں سے بیعت لے کر جس جماعتِ احمدیہ کی لدھیانہ پنجاب (انڈیا) میں بنیاد ڈالی تھی، آج یہ جماعتِ احمدیہ دنیا کے بیشتر ممالک میں سرگرمِ عمل ہے اور اسلام دشمن عناصر بالخصوص یہودی لابی اسے ہر طرح کا تعاون پیش کر رہی ہے۔ افریقی و یورپی ممالک میں اس کی سرگرمیاں کافی بڑھی ہوئی ہیں۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں مختلف طور طریقوں سے مسلم معاشرے میں گھسنے کی وہ مسلسل کوش کر رہی ہے۔ دہلی کے تغلق آباد علاقے میں اس نے اپنا ایک سنٹر قائم کرلیا ہے۔ یوپی، بہار، مدھیہ پردیش، راجستھان وغیرہ کے گاؤں دیہات کے غریب و ناخواندہ مسلمانوں میں اس کی خفیہ سرگرمیاں جاری ہیں۔ مسجد کے امام اور مکتب و مدرسہ کے مولوی تنظیم و انجمن کے سیکرٹری وغیرہ اس جماعت احمدیہ کے خصوصی نشانے ہیں، جن سے رابطہ و ہمدردی و تعاون کر کے اپنے جراثم ان کے دل و دماغ میں منتقل کرنے کی جا بجا کوشش کر رہی ہے جس سے مسلمانوں کو ہوشیار و بیدار اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

باشعور و بیدار مغز علمائے کرام و اساتذہ مدارس و ائمہ مساجد کو خاص طور سے چاہیے کہ وہ گرد و پیش کا جائزہ لیتے رہیں اور کہیں کسی طرح بھی کسی کے مشکوک حالات و خیالات سمجھ میں آئیں جن پر قادیانیت یا کسی طرح کی گمراہی کے آثار ہوں تو فوری توجہ دے کر اصلاح حال و خیال کی سنجیدہ اور موثر کوشش کریں اور حکمت و اعتدال و فراست و معاملہ فہمی کی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر کسی سر اُبھارتے فتنے کا قلع قمع کریں۔

واللہ الموفق والھادی والمستعان وعلیہ التکلان۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ، سید المرسلین، خاتم النبیین سیدنا ونبینا محمد وعلی آلہ واصحاب اجمعین